3 توانائی

3.1 تعارف[1]

شکل 3.1: بجلی کی قلت

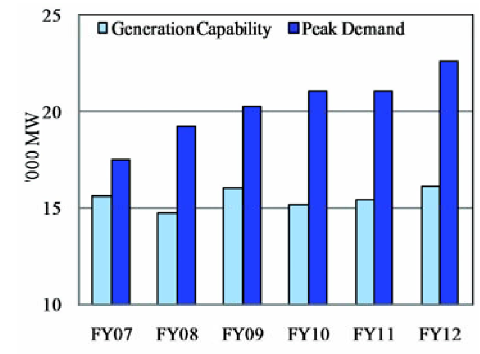

Source: State of Industry (SoI) Report ,Nepra

پاکستان میں توانائی کی قلّت اہم ترین معاشی مسئلہ بن چکا ہے، تاہم اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ملک کی دیگر ساختی کمزوریاں دور ہو چکی ہیں، مطلب یہ ہے کہ توانائی کی قلّت کا دائرہ اب اتنا وسیع ہو چکا ہے کہ کسی عارضی حل سے معیشت کو ترقی نہیں دی جاسکتی۔

توانائی کی قلّت نے سماجی انتشار پیدا کرنے کے علاوہ شعبہ اشیا سازی (خصوصاً چھوٹے اور درمیانے حجم کے کارخانوں) پر براہ راست ضرب لگائی ہے تاہم سب سے بڑھ کر اس نے گردشی قرضے کا مسئلہ پیدا کیا ہے جو بار بار ابھر آتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ملک اپنی سکت سے کم بجلی پیدا کر رہا ہے۔ نیز، بجلی میں رساؤ (hemorrhaging) نے مالیاتی خسارے کو بھی ریکارڈ بلندی پر پہنچا دیا ہے چنانچہ یہ صورتِ حال حکومت کو بینکوں سے بھاری قرضے لینے پر مجبور کرتی ہے۔ گردشی قرضے کے اثرات بہت دور رس ہیں: اس سے بجلی کے شعبے میں نئی سرمایہ کاری (نجی اور سرکاری دونوں) کی حوصلہ شکنی ہوئی ہے، ترقیاتی اخراجات پر دباؤ پڑا ہے، آئی پی پیز سے حکومت کے وعدے ایفا نہ ہو سکے ہیں، اور یہ گذشتہ پانچ سال کے دوران ملکی قرضے میں تیزی سے اضافے کی واحد وجہ بن چکے ہیں (**دیکھئے باب 6**)۔

ایک دوسرے سے باہم منسلک یہ مسائل حل ہونے میں کئی سال لگیں گے جس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان کی معیشت کو ایسی مطلوبہ شرح نمو حاصل کرنے کا دشوار گزار مرحلہ درپیش ہے جس میں نوجوانوں کے لیے ملازمت، غربت کی سطح کم کرنے، اور ملک کے سماجی اشاریوں کو بہتر بنانے کی ضمانت موجود ہو۔ اگر منصوبہ بندی کمیشن کی تجویز کردہ 7 فیصد مستحکم شرح نمو حاصل نہ کی جاسکی تو پاکستان عالمی معیشت میں بدستور ناکارکردگی کا مظاہرہ کرتا رہے گا۔

3.2 تجزیہ[2]

صورتِ حال یہ ہے کہ عام پاکستانی دو ناگوار حقائق کی بنا پر فکر میں ڈوبتا جا رہا ہے: اوّل یہ کہ گھریلو صارفین اور دیگر کے لیے بجلی ناکافی ہے، دوسرے یہ بجلی دستیاب ہوئی بھی تو اس کی لاگت مسلسل بڑھنے کا خدشہ ہے۔

اس مسئلے کی بنیاد 2000ء کے ابتدائی برسوں میں پالیسی سازی نہ ہونا ہے۔ بجلی کی پیداواری استعداد (خصوصاً پن بجلی) میں ناکافی سرمایہ کاری اور بڑھتی ہوئی طلب سے ایسی قلّت پیدا ہوئی جو مسلسل بڑھتی گئی (**شکل 3.1**)۔ اس دیرینہ مسئلے کا سامنا کرتے صارفین بجلی کے متبادل ذرائع اختیار کر رہے ہیں تاکہ ناقابل بھروسہ نیشنل گرڈ پر ان کو انحصار نہ کرنا پڑے۔

1 اس باب میں بنیادی طور پر بجلی کے شعبے پر توجہ مرکوز رکھی جائے گی تاہم گیس مختص کرنے کے اثرات پر بھی بحث ہوگی کیونکہ مختص کرنے کے اسی عمل نے بجلی کی پیداواری لاگت بڑھا دی ہے۔

2 اس رپورٹ کے دیگر ابواب کے برعکس اس شعبے کی کارکردگی کا سالانہ جائزہ ممکن نہیں ہے، کیونکہ توانائی کے بارے میں صنعتی رپورٹیں برائے مس13ء شائع نہیں ہوئی ہیں۔ ’ایچ ڈی آئی پی‘ کی انرجی ائر بک (Energy Yearbook) اور نیپرا کی State of Industry Report اس سالانہ رپورٹ کی تیاری کے دوران دستیاب نہیں تھیں۔

شکل 3.2 الف: گیس کا استعمال

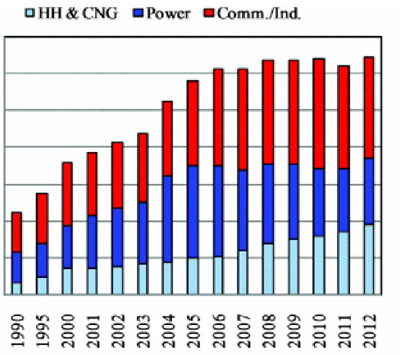

شکل 3.2 ب: گیس کا استعمال

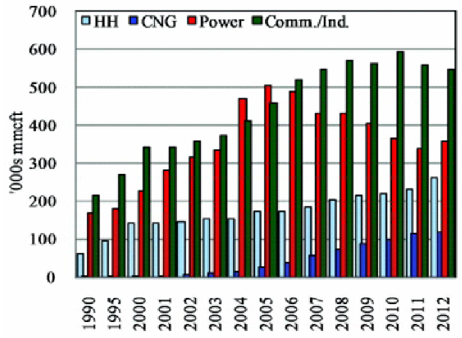

Source: Energy Year Book (EYB), Hydrocarbon Development Institute of Pakistan (HDIP)

شکل 3.3: توانائی کا فی کس صَرف

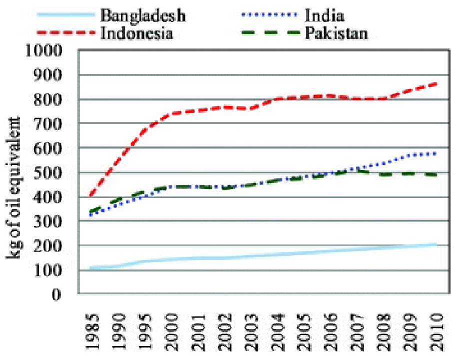

Source: WDI, World Bank database

گھروں اور دکانوں میں چھوٹے جنریٹروں کا بڑھتا ہوا استعمال، اور بڑے صنعتی کارخانوں میں بجلی کی پابند پیداوار میں سرمایہ کاری عام ہو چکی ہے۔ چھوٹے جنریٹر کارکردگی میں غیر متاثر کن ہیں اور وہ دیگر ایندھن (گیس، پیٹرول، ڈیزل) پر انحصار کرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ متبادل ذرائع بھی ملک پر پڑنے والے مجموعی بوجھ کو کم نہیں کرتے۔ چھوٹے جنریٹروں کی ثابت شدہ ناکارکردگی کے ساتھ ساتھ صنعتی کارخانوں کی بجلی کی محدود پیداوار بھی ملکی سطح پر غیر موزونیت کو بڑھاتی ہے۔[3] ہمارا نقطہ نظر ہے کہ گیس کو بجلی کی پیداوار سے ہٹا کر گھریلو استعمال پر (جس کو ترجیح حاصل ہے) لانے سے ملک کو دستیاب بجلی کم ہوگئی ہے جو دوسری صورت میں بڑھ سکتی تھی۔ گیس کا گھریلو استعمال اور گاڑیوں میں سی این جی کا استعمال بڑھنے سے جو صورتِ حال پیدا ہوئی ہے اسے 2008ء سے جامد مجموعی سپلائی کے تناظر میں **شکل 3.2 (الف)** میں دکھایا گیا ہے۔ **شکل 3.2 (ب)** میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ بجلی سازی میں گیس کا استعمال تیزی سے کم ہوا ہے حالانکہ اس عرصے کے دوران ملک کو بجلی کی شدید اور بڑھتی ہوئی قلّت کا سامنا رہا۔ ہماری رائے میں بجلی کے شعبے میں دشواریوں کا سبب گیس مختص کرنے کے فیصلوں میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔

بجلی کی قلّت پر حالیہ پالیسی اقدام 10 سال پہلے تشکیل دیے گئے اصلاحاتی ایجنڈے کے تحت کیا گیا ہے۔ اس ایجنڈے میں بجلی کی رسدی زنجیر پر توجہ رکھی گئی تھی، اس رسدی زنجیر کو جدا جدا کر کے، ان کی تنظیم نو کر کے بالآخر نجی شعبے کو فروخت کرنا تھا۔ تاہم 2002ء میں جدا جدا کرنے کا عمل شروع ہوا جو بڑی حد تک ناکام رہا، منصوبہ بندی کاغذوں تک محدود رہی، نئی کمپنیاں تو وجود میں آگئیں لیکن ان کا عملہ وہی اور ان کا ذہنی سانچہ بھی وہی رہا۔ صرف کراچی الیکٹرک سپلائی کمپنی (کے ای ایس سی) کی نجکاری مکمل ہوئی، چنانچہ عملے میں تخفیف، یونین کے مسائل سے نمٹنے، بجلی چوری کی روک تھام، آلات کی تجدید، اور صارفین کو سہولت بہتر بنانے کی کئی سالہ کوشش کے بعد کے ای ایس سی بالآخر مس 12ء میں پہلا منافع حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔[4] بجلی سے متعلق دیگر سرکاری اداروں کو بھی معلوم ہونا چاہیے کہ آگے بڑھنے کا یہی راستہ ہے۔

3 گیس کو بڑے پیمانے پر بجلی کی پیداوار سے ہٹا کر محدود پیمانے کے پیداواری یونٹوں کو منتقل کرنے کے حوالے سے بھی یہی 'پیمانے' کی دلیل دی جاتی ہے، گیس کا زیادہ کارگر استعمال تب ہو سکتا ہے جب اسے جینکوز کو فراہم کیا جائے، اس طرح پیدا ہونے والی بجلی صنعتی شعبے کو مہیا کی جا سکتی ہے۔ اس کا نقصان یہ ہے کہ (جو مجموعی بوجھ میں اضافہ کرتا ہے) سوئی سدرن گیس کمپنی کی غیر محسوبہ گیس (یعنی جس کا کوئی حساب کتاب نہیں یا وہ چوری اور ترسیلی زیاں ہے) 2008ء میں 6.6 فیصد تھی جو 2012ء میں بڑھ کر 11 فیصد کے لگ بھگ ہو چکی ہے۔ حالیہ برسوں میں غیر محسوبہ گیس میں اتنے بڑے اضافے کی جزوی وجہ سی این جی اسٹیشنوں کو منتقلی، اور بڑے پیمانے کے استعمال کنندگان (جینکوز) سے بہت سارے خردہ استعمال کنندگان (صنعتی یونٹس) کو منتقلی ہو سکتی ہے۔

4 اس بہتری کا ایک اہم حصہ وہ حکمت عملی ہے جسے کے ای ایس سی 'زمرہ واری لوڈ شیڈنگ' کہتی ہے۔ اس کے تحت باقاعدگی سے اپنے بل ادا کرنے والے ایمان دار صارفین کو بطور انعام لوڈ شیڈنگ سے مستثنیٰ کر دیا جاتا ہے، جو علاقے بلوں کی ادائیگی کے معاملے میں ناقص عادات رکھتے ہیں انہیں لوڈ شیڈنگ کی زحمت اٹھانا پڑتی ہے۔

ناکافی بجلی علاقائی مسئلہ ہے

مہنگی اور ناکافی بجلی کے مسئلے سے کئی ترقی پذیر ممالک دوچار ہیں تاہم پاکستان دیگر ملکوں سے موازنے پر اب بھی خاصا پیچھے ہے۔ جیسا کہ **شکل 3.3** اور **3.4** سے ظاہر ہے، توانائی اور بجلی کا فی کس استعمال پاکستان میں 2006ء سے جوں کا توں ہے۔ پاکستان اور بھارت کے اقتصادی حالات اور بنیادی انفراسٹرکچر/ اداروں میں یکسانیت نے 2006ء تک ایک دوسرے کو ناقابل یقین حد تک ہمسر رکھا جو ان شکلوں سے ظاہر ہے، تاہم حالیہ فرق کسی حد تک باعث تشویش ہے۔

شکل 3.5 زیادہ چشم کشا ہے: اس سے توانائی کے استعمال اور سالانہ جی ڈی پی کے مابین تعلق کا پتہ چلتا ہے، جس کی تشریح یوں کی جا سکتی ہے کہ ایک ملک اپنی توانائی کو نتیجہ خیز انداز میں کس طرح استعمال کر کے اقتصادی سرگرمی میں ڈھال لیتا ہے۔ شکل سے ظاہر ہے کہ پاکستان کا خط تقریباً ہموار ہے یعنی صورتِ حال جوں کی توں ہے، ملک میں توانائی کے استعمال سے معاشی سرگرمیاں اس حد تک پروان نہیں چڑھائی جا سکیں جتنی بھارت، انڈونیشیا، اور چین میں ہوئیں۔[5] ایک سادہ تجزیہ تو یہ ہوسکتا ہے کہ پاکستان میں توانائی کا استعمال تجارتی/صنعتی شعبے کے بجائے گھریلو شعبے پر مرکوز ہے۔ اوّل الذکر شعبوں سے براہ راست معاشی سرگرمیاں پیدا ہوتی ہیں کیونکہ وہ قدر پیدا کرنے کی غرض سے توانائی کو بطور وساطتی شے استعمال کرتی ہیں، جبکہ گھریلو شعبہ بجلی کو اپنے استفادے (یعنی آرام یا بھلائی) کے لیے بطور حتمی شے استعمال کرتا ہے۔

3.3 سی این جی کا استعمال

سی این جی سے چلنے والی گاڑیوں کی بڑھتی ہوئی مقبولیت نے قدرتی گیس کا رخ غیر پیداواری استعمال کی جانب موڑنے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے، مذکورہ مقبولیت کا ثبوت ملک بھر میں کھولے جانے والے سی این جی پمپ ہیں (**شکل 3.2** (ب)۔[6] سی این جی کے متوقع استعمال اور حقیقی استعمال کی مقدار کے درمیان زبردست فرق پایا جاتا ہے جو کسی حد تک حوصلہ شکن ہے۔ **شکل 3.6** میں دکھایا گیا ہے کہ م س 04ء میں سی این جی کی طلب میں بتدریج اضافے کا اندازہ لگایا گیا تھا تاہم 2006ء تک طلب کا اندازہ پیچھے رہ گیا اور حقیقی صَرف اس سے دگنا بڑھ گیا، صَرف کو روکنے کا واحد طریقہ یہ تھا کہ سی این جی اسٹیشنوں کو ہر ہفتے

شکل 3.4: بجلی کا فی کس صَرف

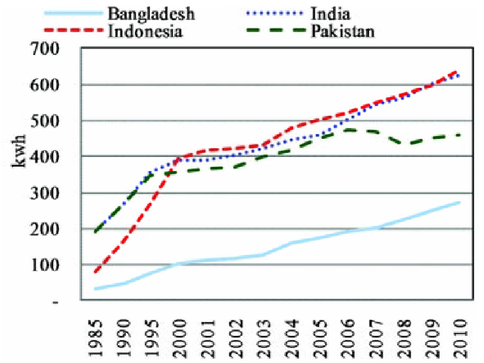

Source: WDI, World Bank database

شکل 3.5: توانائی کے استعمال کے فی یونٹ پر جی ڈی پی

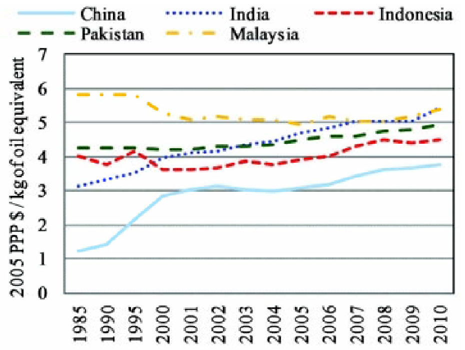

Source: WDI, World Bank database

شکل 3.6: سی این جی کی طلب کا اندازہ اور اس کی حقیقی فروخت

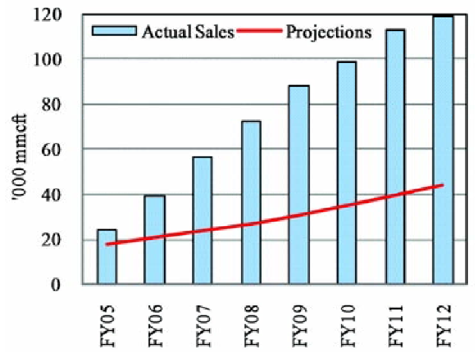

Source: EYB, HDIP; Annual Report FY04, Ogra

5 کسی بھی ملک میں صنعتی ترقی کے ابتدائی مراحل میں بجلی کی اکثر قلّت ہوتی ہے اور پیداواری استعمال کی غرض سے اضافی رسد فراہم کی جاتی ہے جو بلند اقتصادی نمو کا باعث ہوتی ہے۔ ترقی کے اگلے مراحل میں جب گھریلو شعبے کے پاس کافی قوت خرید آجاتی ہے تو غیر پیداواری استعمال زیادہ عام ہو جاتا ہے۔ پاکستان کے معاملے میں پن بجلی اور گیس سے بنی بجلی کافی دستیاب تھی چنانچہ اس سے اقتصادی ترقی میں کوئی براہ راست رکاوٹ نہیں پڑی۔ ہماری رائے میں صنعتی پالیسی نہ ہونے کی بنا پر پاکستان میں بجلی کا پیداواری استعمال بڑھایا نہ جا سکا۔

6 ہم سی این جی کا یہ استعمال 'غیر پیداواری' جیسی ٹھوس اصطلاح میں اس لیے شامل قرار دیتے ہیں کہ یہ گاڑیاں درحقیقت پیٹرولیم مصنوعات سے چلا کرتی تھیں۔ پیداواریت کے حوالے سے ہماری توجہ اس استعمال پر ہے جس سے اقتصادی سرگرمی میں براہ راست اضافہ ہوتا ہو۔

چند روز کے لیے بند کیا جائے۔ اگرچہ اس طرح منافع پر سی این جی کی فروخت کم ہوئی تاہم رسد کو مصنوعی طور پر روکنے سے اصل مسئلہ یعنی زراعانت پر سی این جی کی لاگت، حل کرنے میں زیادہ مدد نہیں ملی۔ درحقیقت عوام کی طلب پوری کرنے کے لیے سی این جی اسٹیشنوں کو زیادہ گیس فراہم کر دی گئی۔ ہماری رائے میں، محدود گیس کو زیادہ مؤثر استعمال مثلاً بجلی کی پیداوار سے ہٹا کر دوسری طرف موڑنے کی جو اقتصادی قیمت چکانی پڑ رہی ہے اس پر پہلے مناسب توجہ نہیں دی گئی۔

شکل 3.7: گیس صارفین کی تعداد

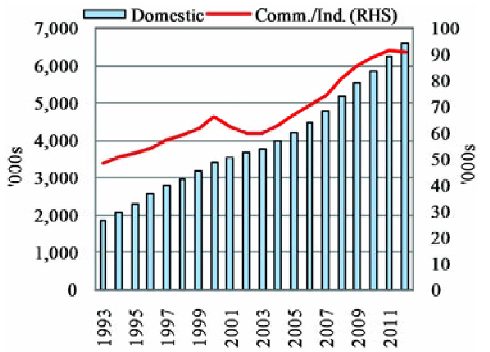

Source: EYB,HDIP

یہ بات واضح ہے کہ یہ صورتِ حال جوں کی توں برقرار نہیں رہ سکتی: سی این جی کی موجودہ راشن بندی سی این جی کے نرخ بڑھنے (تاکہ اس کا اور پیٹرول کی خردہ قیمتوں کا فرق کم کیا جائے) کے حوالے سے، اور ملک کے بڑے شہروں میں سی این جی اسٹیشنوں پر لمبی قطاروں سے لوگوں کو بے اطمینانی ہو رہی ہے۔

شکل 3.8: مختلف شعبوں کے لیے گیس کے نرخ

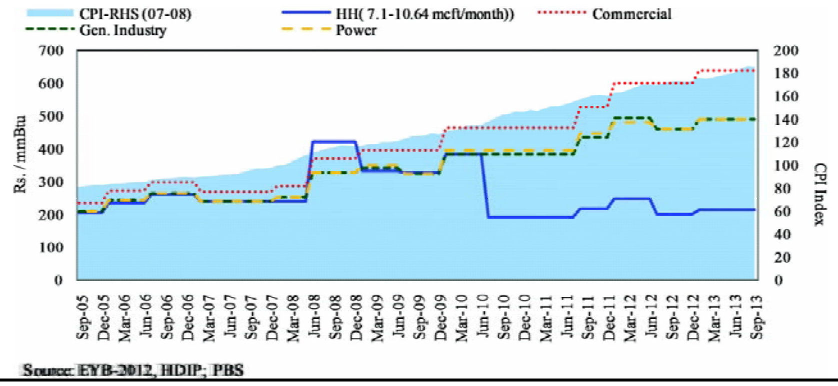

Source: EYB-2012, HDIP; PBS

اس اضافی طلب کو پاکستان میں گیس کے بحیثیت مجموعی استعمال کے تناظر میں دیکھنا چاہیے۔ عام طور پر دنیا کا ہر ملک یہ بات یقینی بناتا ہے کہ بجلی کی بنیادی ضروریات کو ملکی ذرائع سے پورا کیا جائے (جیسا کہ چین اور بھارت کوئلے پر انحصار کرتے ہیں)۔ پاکستان کا معاملہ یہ ہے کہ توانائی کا ملکی ذریعہ آبی (hydel) اور قدرتی گیس ہے۔ تاہم اس حقیقت کے باوجود کہ ملک میں گیس کی پیداوار میں 2008ء سے کوئی ردّوبدل نہیں ہوا ہے (**شکل 3.2 الف**)، حکام نے اس کا گھریلو استعمال اور بطور سی این جی استعمال بڑھانے کی اجازت دے رکھی ہے چنانچہ صنعت، تجارت اور سب سے بڑھ کر بجلی بنانے کے لیے اس کی دستیابی کم ہوگئی ہے۔[7]

گیس کے موجودہ نرخ گھریلو شعبے کی جانب سے بھاری استعمال کا پتہ دیتے ہیں، دوسرے گذشتہ پانچ چھ سال میں گیس کے نئے کنکشن بھی خاصی تیزی سے بڑھے ہیں (**شکل 3.7**)۔ اکثر گھریلو صارفین کے لیے گیس کے نرخ کم و بیش وہیں پر ہیں جہاں پر وہ 2005ء کے وسط میں تھے، جیسا کہ **شکل 3.8** سے معلوم ہوتا ہے، حالانکہ تب سے اب تک صارف اشاریہ قیمت 220 فیصد بڑھ چکا ہے۔ اس بے قاعدگی کی بنیادی وجہ وسط 2010ء میں گھریلو نرخوں میں تیزی سے ہونے والی کمی ہے۔ نیز، گھریلو صارفین کے نرخوں اور صنعتی، تجارتی اور بجلی ساز اداروں کے نرخوں کے مابین فرق بڑھ رہا ہے۔ گیس کو بجلی بنانے میں استعمال کرنے والے گھروں کا جائزہ لیا جائے تو اس خالص نقصان کا اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا جو گیس کو بڑے پیمانے پر بجلی سازی سے ہٹا کر چھوٹے پیمانے پر بجلی سازی کے لیے استعمال کرنے سے ہوتا ہے۔[8] ایسا صرف اس لیے ہو رہا ہے کہ گھریلو گیس کی قیمت ضرورت سے انتہائی کم ہے جس کے نتیجے میں ان قلیل قدرتی وسائل کا ناموزوں اختصاص کیا جا رہا ہے۔

7 ایسے منقولی شواہد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے کہ زیادہ خوشحال گھرانے لوڈشیڈنگ کے دوران بجلی بنانے کے لیے جنریٹر میں قدرتی گیس استعمال کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ یہ اطلاعات بھی ملی ہیں کہ چونکہ گیس کے نرخ انتہائی کم ہیں اس لیے بعض گھرانے شام کے اوقات میں روزانہ بجلی کی اضافی طلب کو پورا کرنے کے لیے اپنے گیس جنریٹر پر انحصار کرنے لگے ہیں۔ اس طرزِ عمل کا نقص اسی باب میں آگے زیرِ غور آئے گا۔

8 سالانہ رپورٹ م س 12ء میں ہم گیس کے اس زیاں پر کسی حد تک تفصیل سے بحث کر چکے ہیں جو ناقص گھریلو گیزروں کی بنا پر ہوتا ہے۔

3.4 بجلی سازی کی لاگت

قدرتی گیس کو سی این جی اسٹیشنوں کی طرف لے جانے کے فیصلے سے نہ صرف گیس کا زیادہ نتیجہ خیز استعمال نہیں ہو پا رہا بلکہ اس طرح ملک میں بجلی سازی کی لاگت پر بھی براہ راست اثر پڑ رہا ہے۔ **شکل 3.9** سے ظاہر ہے کہ بجلی سازی کے مختلف ذرائع کو بہت مختلف پیداواری لاگت برداشت کرنی پڑتی ہے۔ پن بجلی ارزاں ترین ہے کیونکہ صرف مرمت کے نتیجے میں بجلی سازی کی لاگت عائد ہوتی ہے، معینہ سرمائے کی صورت میں لاگت وقت گذرنے کے ساتھ انتہائی کم رہ جاتی ہے۔ تاہم ہمارے تجزیے کے مطابق اضافی بجلی پیدا کرنے کے لیے پن بجلی اور جوہری ذرائع ناقابل عمل ہیں کیونکہ ان کے قیام کی لاگت اور وقت بہت زیادہ درکار ہے چنانچہ انہیں وسط سے طویل مدتی حل سمجھا جا سکتا ہے۔ اگر بجلی سازی کے لیے گیس بھی فراہم نہیں کی جا سکتی تو واحد حل ریزیڈوئل فرنس آئل (آر ایف او) اور ہائی اسپیڈ ڈیزل ہے تاہم اس طرح لاگت بہت بڑھ جاتی ہے کیونکہ ان ایندھنوں کا انحصار زیادہ مہنگے تیل پر ہے۔ گیس کو بجلی سازی سے ہٹانے سے ملک میں تیل پر انحصار بہت تیزی کے ساتھ بڑھا ہے (**شکل 3.10**)، اور نتیجتاً پیداواری لاگت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

شکل 3.9: مختلف ایندھنوں سے بجلی کی پیداواری لاگت

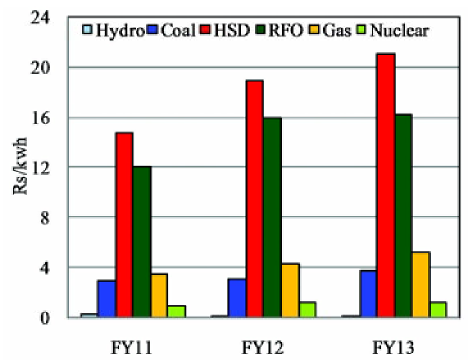

Source: EYB, HDIP; SoI Report, Nepra

شکل 3.10: تھرمل بجلی کی پیداوار میں ایندھن کا حصہ

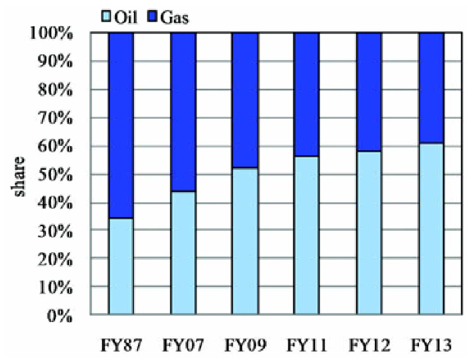

Source: EYB, HDIP; SoI Report, Nepra

اس منتقلی سے بجلی کی پیداواری لاگت کس طرح بڑھی ہے، یہ جاننے کے لیے اس باب کے آخر میں **جدول 3.1** ملاحظہ کیجیے۔ اس سے نیپرا کا مرتب کردہ ''میرٹ آرڈر'' پتہ چلتا ہے، اس میں بجلی ساز یونٹوں کی فہرست بنانے کے لیے کارکردگی بلحاظ لاگت (cost efficiency) کا اصول اپنایا گیا ہے۔[9] جیسا کہ ظاہر ہے، گیس پر چلنے والے پلانٹ سب سے زیادہ کارگر ہیں، ملے جلے ایندھن والے یونٹ (جو گیس یا تیل کی مصنوعات مثلاً آر ایف او اور ایچ ایس ڈی استعمال کر سکتے ہیں) ان کے بعد آتے ہیں، آخر میں صرف تیل سے چلنے والے یونٹ ہیں۔ بجلی کی پیداوار کے لیے کم گیس دستیاب ہونے سے پاکستان میں بجلی سازی کی لاگت تیزی سے بڑھی ہے۔ ماضی میں شائع کردہ نیپرا کے ''میرٹ آرڈر'' پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ گیس پر چلنے والے آئی پی پیز مسلسل سرفہرست رہے ہیں، جبکہ سرکاری ملکیت کے جینکوز (جن کی پیداواری استعداد زیادہ ہے) سب سے نیچے ہیں۔[10] موخر الذکر صرف پرانے نہیں ہیں بلکہ ناکافی مرمت نے ان کی عملی کارکردگی مزید کم کر دی ہے۔

چند مزید نکات بھی بیان کیے جا سکتے ہیں:

- عملی اور مرمتی (او اینڈ ایم) لاگت اور استعمال کردہ ایندھن کا باہمی تعلق ہوتا ہے۔ چنانچہ گیس سے چلنے والے یونٹوں کی عملی اور مرمتی لاگت تیل کی مصنوعات پر انحصار کرنے والے پیداواری یونٹوں سے کم ہوتی ہے،
- ہر ایندھن کے استعمال کے لحاظ سے (**جدول 3.1** میں گہری لائنوں پر توجہ دیں) آئی پی پیز کی کارکردگی سرکاری ملکیت والے جینکوز سے بہتر ہے،
- جو پیداواری یونٹ مختلف طرح کے ایندھن استعمال کرتے ہیں ان میں بھی آئی پی پیز کو جینکوز پر برتری حاصل ہے (**جدول 3.1** میں 11، 40 اور 59

9 عمدہ کارگزاری کا مطلب ہے، اچھی حالت والے یونٹ میں ایندھن کے حراری مواد (caloric content) کی بجلی میں منتقلی؛ مرمت اور دیکھ بھال کا معیار (سرکاری ملکیت والے جینکوز کے مقابلے میں آئی پی پیز اس معاملے میں بہتر ہیں) خام مال کی لاگت اور مرمت کی لاگت۔ پیداواری لاگت (مجموعی لاگت) جتنی کم ہو گی کارگزاری اتنی ہی بہتر ہو گی۔

10 میرٹ آرڈر میں صرف پیپکو سسٹم میں آنے والے یونٹوں کا احاطہ کیا گیا ہے؛ اس میں کے ای ایس سی کو رسد دینے والا کوئی پیداواری یونٹ شامل نہیں، کیونکہ موخر الذکر vertically integrated ادارہ ہے۔

پر آنے والے کیپکو - ون کا موازنہ 28، 38 اور 68 پر آنے والے جامشورو 4-2 سے کریں)، اور

- یہ میرٹ لسٹ پپکو کی مدد کے لیے تیار کی گئی ہے تاکہ وہ بجلی خریدنے کے لیے ترجیحات کا تعین کر سکے (فہرست کے آغاز میں سستے ترین پیداواری یونٹ ہیں)۔ تاہم گیس دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے نیپرا بہتر کارکردگی والے یونٹوں سے بجلی خریدنے پر مجبور ہے۔

شکل 3.11: ترسیلی و تقسیمی زیاں (نیپرا سے اجازت یافتہ اور بے دعویٰ)

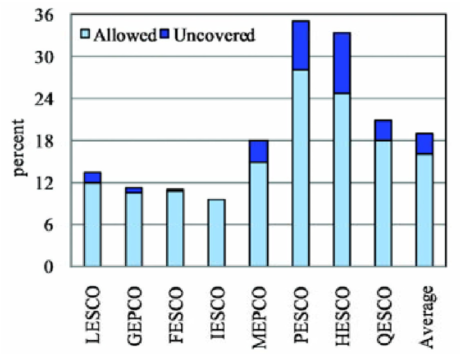

Source: Planning Commission and USAID Report (March -13)

پیداواری مرحلے پر نا کارکردگی کے علاوہ ایک مسئلہ یہ ہے کہ ترسیل اور تقسیم کے دوران ہونے والے ضیاع پر مرکزی تقسیم کار کمپنیوں (Discos) کی کارگزاری بھی اچھی نہیں ہے (**شکل 3.11**)۔ پاکستان میں بجلی کی تقسیم کے اہم مراکز میں ترسیل اور تقسیم کے دوران ضیاع 9.5 سے 35.1 فیصد تک ہے۔ پاکستان میں اس سلسلے میں ضیاع عالمی اوسط بلکہ ترقی پذیر ملکوں سے بھی خاصا بلند ہے۔ پیسکو میں ترسیلی ضیاع کی زیادتی کی وضاحت اس امر سے ہوسکتی ہے کہ یہ تقسیم کار کمپنی فاٹا کے علاقے کو بھی بجلی فراہم کرتی ہے جہاں بجلی چوری عام ہے کیونکہ تقسیم کار ادارہ لوگوں کی انفرادی طور پر نگرانی کرسکتا ہے نہ نرخ وصول کرسکتا ہے۔[11] دوسری طرف اسلام آباد اور راولپنڈی کو بجلی دینے والے ادارے آئیسکو کے ترسیلی نقصانات سب سے کم ہیں۔

جدول 3.2: گردشی قرضے کی تشکیل

(ارب روپے)

بنیادی اسباب	مس06ء	مس07ء	مس08ء	مس09ء	مس10ء	مس11ء	مس12ء
الف۔ مالی سال کے آغاز پر قرضے کا حجم	**84.07**	**111.26**	**144.99**	**161.21**	**235.65**	**365.66**	**537.53**
ب۔ عدم وصولی:							
قابل وصول رقوم:							
وفاقی حکومت	0.22	0.35	0.08	0.15	1.79	1.57	0.19
فاٹا	10.87	6.36	9.43	10.24	(78.34)	4.30	13.42
صوبائی حکومت	2.25	0.75	5.09	7.17	16.72	36.07	15.84
آزاد کشمیر حکومت	0.54	0.27	0.46	1.18	2.00	5.50	6.05
زرعی ٹیوب ویل	0.42	1.28	1.07	3.01	3.46	(3.68)	(3.12)
نجی صارفین	9.08	7.96	9.64	19.88	25.59	39.29	54.55
ذیلی مجموعہ	**23.38**	**16.97**	**25.77**	**41.63**	**(28.78)**	**83.05**	**86.93**
’کے ای ایس سی‘ سے ’سی پی پی اے‘ کی قابل وصول رقوم	3.81	16.76	26.74	(11.87)	4.04	(1.79)	13.78
مجموعی عدم وصولی (ب)	**27.19**	**33.73**	**52.51**	**29.76**	**(24.74)**	**81.26**	**100.71**
ج۔ نرخ اور زراعانت کے امور:							
نرخ کا تعین اور اعلان میں تاخیر	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	72.19
فیول پرائس ایڈجسٹمنٹ	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	20.10	33.19
زراعانت پر تقسیم کار کمپنی کے دعوے اور حقیقی ادائیگی میں فرق	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	(36.29)	39.66	134.84	48.68	106.02
ترسیلی و تقسیمی زیاں میں نیپرا کی اجازت اور حقیقی زیاں میں فرق	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	5.02	19.91	21.84	22.78
ذیلی مجموعہ (ج)	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	**(36.29)**	**44.68**	**154.75**	**90.62**	**234.18**
سال کے اختتام پر گردشی قرضہ (الف+ب+ج)	**111.26**	**144.99**	**161.21**	**235.65**	**365.66**	**537.53**	**872.41**

ماخذ: "The Causes and Impacts of Power Sector Circular Debt in Pakistan" یو ایس ایڈ، (مارچ 2013ء)

11 ماضی میں واپڈا کم نرخوں پر فاٹا علاقے کو بڑی مقدار میں بجلی فراہم کرتا رہا ہے۔

شکل 3.11 ایک اور نکتے پر زور دیتی ہے، نیپرا نے ایسے نرخنامے کی سفارش کی ہے جس میں اہل اور کارگر تقسیم کار کمپنیوں کو جزا ملے اور نااہل اور ناکارہ تقسیم کاروں کو سزا ملے تاکہ موخرالذکر کو اپنے ترسیلی نقصانات گھٹانے کی ترغیب ہو۔ جیسا کہ شکل سے ظاہر ہے، آئیسکو اور فیسکو میں نیپرا کے منظور کردہ نرخنامے کے ذریعے تمام ترسیلی نقصانات پورے کیے جاتے ہیں تاہم دوسرے اداروں کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہے، تقسیم کار جتنا زیادہ نااہل ہوگا اپنے حسابات میں اتنا ہی بھاری نقصان درج کرنے پر مجبور ہوگا۔ تاہم حکومت کا اعلان کردہ مشترکہ نرخنامہ اس ترغیب کو مسترد کرتا ہے چنانچہ نااہل جینکوز کے مشترکہ نقصانات وفاقی حکومت کو برداشت کرنا ہوتے ہیں۔

جدول 3.3: نجی صارفین سے قابل وصول رقوم (ملین روپے)

	م س09ء	م س10ء	م س11ء	م س12ء	تناسب
پیسکو+ٹیسکو	26,809	32,902	41,282	51,360	26فیصد
حیسکو+سیپکو	18,856	25,454	33,344	44,237	22فیصد
کیسکو	4,297	5,238	24,780	48,193	24فیصد
لیسکو	10,957	15,968	17,081	23,080	12فیصد
جیپکو	3,585	5,322	5,631	5,912	3فیصد
فیسکو	3,719	5,676	5,866	7,068	4فیصد
آئیسکو	2,287	2,286	2,762	2,703	1فیصد
میپکو	7,252	10,505	11,900	14,638	7فیصد
تمام ڈسکوز	77,762	103,351	142,646	197,191	100فیصد

ماخذ: "The Causes and Impacts of Power Sector Circular Debt in Pakistan"، یو ایس ایڈ (مارچ 2013ء)

3.5 گردشی قرضہ

جدول 3.2 میں بجلی کے شعبے میں بار بار درآنے والے گردشی قرضے کے بنیادی اسباب کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس میں دکھایا گیا ہے کہ جو قابل وصولی رقوم م س05ء کے اختتام پر 84.1 ارب روپے تھیں وہ سات سال میں بڑھ کر م س12ء کے اختتام پر 872.4 ارب روپے تک جا پہنچیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ غیرادا شدہ زراعانت گردشی قرضے کے مسئلے پر م س10ء سے حاوی ہونا شروع ہوگئی ہے، اس سے قبل تک غیرادا شدہ بل اس کا اہم سبب ہوا کرتے تھے۔ مزید برآں، م س12ء میں نیپرا کے نرخوں کے اعلان میں محض تاخیر کی بنا پر 72.2 ارب روپے کا خلا پیدا ہوا تھا جبکہ ایندھن کے نرخ میں ناکافی ردّوبدل یا تاخیر سے ہونے کے سبب م س11ء اور م س12ء کے دوران بھی نقصان میں مزید اضافہ ہوا۔ تاہم تقسیم کار کمپنیاں حکومت سے بصورت زراعانت (یعنی نیپرا کے مقرر کردہ نرخ اور حکومت کے منظور کردہ نرخ کے مابین فرق) جو کلیم کرتی ہیں اور انہیں حکومت سے حقیقتاً جو کچھ ملتا ہے، ان دونوں کے مابین فرق ہی مسئلے کا اصل سبب رہا ہے۔

م س06ء سے م س12ء تک غیرادا شدہ بلوں کی رقم 248.9 ارب روپے تک جا پہنچی جو کہ غیرمعمولی ہے۔ عام طریقہ یہی ہے کہ غیرادا شدہ بلوں کا موردالزام سرکاری اداروں کو ٹھہرایا جائے تاہم جون 2012ء تک صورتِ حال یہ تھی کہ عام صارفین اس عدم ادائیگی کے ذمہ دار تھے (حالیہ برسوں میں غیرادا شدہ نجی بلوں میں تیزی سے اضافے کے بارے میں **جدول 3.2 دیکھیے**)۔ نیز، عام خیال یہی ہے کہ غیرادا شدہ بلوں کے بیشتر صارفین فاٹا کے ہوں گے تاہم صوبائی حکومتوں (اور آزاد کشمیر حکومت) کا بڑھتا ہوا بوجھ حیران کن ہے اور اسے دور کرنے کی ضرورت ہے۔[12]

نجی صارفین میں گھریلو شعبہ، کاروباری اور صنعتی صارفین شامل ہیں، ان کے بارے میں **جدول 3.3** کے اعداد و شمار پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ بجلی کے بلوں کی عدم ادائیگی کے رجحانات ملک بھر میں مختلف ہیں۔ نیپرا چونکہ 'کے ای ایس سی' کا ڈیٹا شامل نہیں کرتی اس لیے ہم اس نجی ادارے کا دوسری تقسیم کار کمپنیوں کے ساتھ موازنہ پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ جدول سے واضح ہے کہ بلوں کی عدم ادائیگی میں پشاور، فاٹا ریجن، حیدرآباد، سکھر اور کوئٹہ سب سے آگے ہیں۔ دوسری طرف بل ادا کرنے میں جن شہروں کے نجی صارفین نے زیادہ احساس ذمہ داری کا مظاہرہ کیا ان میں لاہور، ملتان، فیصل آباد، اسلام آباد، راولپنڈی اور گوجرانوالہ شامل ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ مختلف تقسیم کار کمپنیوں کو اپنے اپنے آپریشنز بہتر بنانے کے لیے تنظیم نو کا اپنا ایجنڈا اپنی ضروریات کے مطابق ڈھالنا ہوگا۔

بجلی کا شعبہ جن دشواریوں کا سامنا کر رہا ہے ان کا انداز بھی کسی نہ کسی لحاظ سے ملک کے مالیاتی مسائل کی مانند ہے۔ سادہ لفظوں میں یہ کہ مالیاتی خسارے کے بنیادی اسباب کو مناسب طریقے سے حل نہیں کیا گیا ہے چنانچہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پالیسی میں پوری توجہ وضاحتوں (یعنی بڑھتے ہوئے مالکاری فرق کو کس طرح پورا کیا جائے) پر دے دی گئی

12 جیسا کہ **جدول 3.2** میں ہے، وفاقی حکومت نے 2010ء میں فاٹا کے واجب الادا بل ادا کردیے تھے، اسی لیے غیرادا شدہ بلوں کے معاملے میں فاٹا پر کوئی الزام عائد نہیں ہے۔ اس سے قطع نظر، بجلی کے بل ادا نہ کرنا بہت سے سرکاری اداروں کو مرغوب ہے، اس کا جواز وہ یہ پیش کرتے ہیں کہ سرکاری مشینری میں اور وسیع تر دائرے میں، عوام کی خاطر ان اداروں کے فرائض اس قدر اہم ہیں کہ ان کی سروسز میں کوئی تعطل گوارا نہیں کیا جاسکتا۔ ان اداروں کا خیال ہے کہ اگر عدم ادائیگی پر ان کی بجلی منقطع کر بھی دی گئی تو حکومت کو مجبوراً مداخلت کرنا پڑے گی۔

ہے۔اسی طرح ملک میں بجلی کی قلّت کے نتیجے میں پیداواری صلاحیت میں کوئی نمایاں اضافہ نہیں ہوسکا ہے، تاہم جیسا کہ پیداواری لاگت نے تقسیم کار کمپنیوں کی آمدنی کو ماند کر دیا ہے، زراعانت کی نمایاں طور پر بلند ادائیگیوں کو متوازن بنانا ہوگا تا کہ حکومت کی دیگر ضروریات کو پورا کیا جاسکے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ گردشی قرضے کو بڑھتے رہنے کی اجازت کیوں دی جاتی ہے اور آخر کار اسے ادا کر دیا جاتا ہے۔[13]

حکومت نے جون 2013ء کے اواخر میں گردشی قرضے کی ادائیگی کے لیے اگرچہ فوری اقدامات کیے ہیں (جس سے توانائی کی رسدی زنجیر میں رکاوٹیں دور کرنے میں مدد ملی ہے)، تاہم بنیادی مسئلہ حل کرنے میں اس سے کوئی مدد نہیں ملی، یعنی پیداواری ادارے اور تقسیم کار کمپنیاں اپنی لاگت پوری کرنے کے قابل نہیں ہیں۔مزید برآں، کاروباری اور صنعتی نرخ اگست 2013ء میں بڑھائے گئے تھے، اور گھریلو شعبے کے نرخوں میں نومبر میں اضافے کا اعلان کیا گیا۔ان اقدامات سے بجلی سے وابستہ سرکاری اداروں میں نقصانات کی روک تھام میں مدد ملنی چاہیے لیکن نرخ بڑھنے کا ایک نقصان یہ ہوگا کہ گرانی بڑھے گی (**دیکھیے باب 4**)۔تاہم اس سے قطع نظر، بلوں کی رقم اکٹھی کرنے میں بہتری کے لیے مزید ٹھوس اقدامات درکار ہیں)۔

3.6 طلب کا پہلو

پاکستان میں توانائی کی قلّت پر تجزیہ کاروں اور ذرائع ابلاغ نے اگرچہ بہت زیادہ توجہ مرکوز کر رکھی ہے تاہم ہماری رائے ہے کہ یہ تجزیہ نامکمل ہے۔بجلی کی قلّت اور بڑھتی ہوئی پیداواری لاگت کا جائزہ اکثر رسدی پہلو سے لیا جاتا ہے۔مثال کے طور پر بجلی کی قلّت دور کرنے کی پالیسیوں میں توجہ پیداواری صلاحیت پر (بذریعہ آئی پی پی رسدی بجلی) مرکوز کی جاتی ہے، یا پھر حالیہ عرصے میں حکومت نے گردشی قرضہ ادا کرنے کے لیے اقدام کیا۔مجموعی جائزے میں جس چیز پر توجہ نہیں دی جاتی وہ ہے بجلی کی طلب میں مستقلاً اضافہ خصوصاً گھریلو شعبے کی طرف سے جہاں بجلی کا زیاں زیادہ نمایاں ہے۔

جیسا کہ **شکل 3.12** میں دکھایا گیا ہے، بجلی کے استعمال اور معاشی نمو کے مابین تعلق کا پتہ چلتا ہے۔صارفین کی وجہ سے 2003ء میں آنے والی اور 2007ء میں ختم ہو جانے والی گرم بازاری کے عرصے کے دوران بھی بجلی کے استعمال میں، خصوصاً گھریلو شعبے اور تجارتی صارفین کی جانب سے استعمال میں اضافہ دیکھا گیا تھا۔اگرچہ بعد کے برسوں میں اس صَرف میں کچھ کمی آئی تاہم گھریلو صَرف کا حجم بدستور بڑا ہی رہا۔1980ء کی دہائی کے وسط میں بجلی کے مجموعی استعمال میں گھریلو شعبے کا حصہ صرف 31 فیصد تھا جبکہ تازہ ترین اعداد و شمار (م س12ء) کے مطابق گھریلو شعبے کا حصہ بڑھ کر 47 فیصد سے زائد ہو چکا ہے۔

شکل 3.12: بجلی کا استعمال بمقابلہ جی ڈی پی کی حقیقی نمو

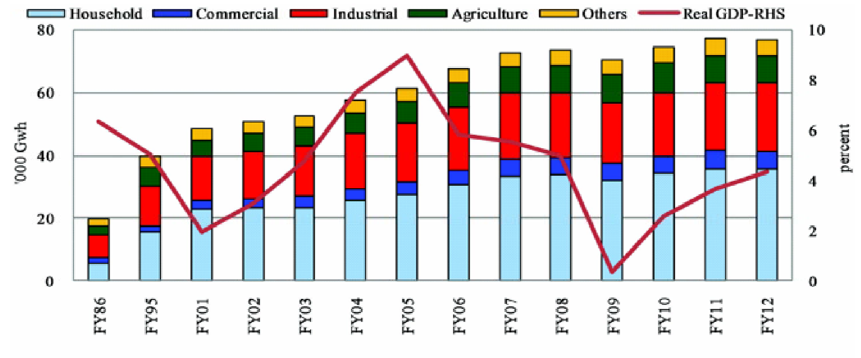

Source: EYB,HDIP: Pakistan Bureau of Statistics

13 کمرشل بینک مزید قرضہ دینے کے قابل نہیں ہیں کیونکہ شعبہ توانائی میں ان کا اکتشاف تیزی سے بڑھا ہے اور وہ م س09ء کے 7.8 فیصد سے بڑھ کر مارچ 2013ء کے 12.3 فیصد تک آچکا ہے۔ان کا یہ اکتشاف ٹیکسٹائل کے بعد سب سے بڑا ہے، اور پورے شعبہ بینکاری کی صارفی قرض گیری اور بینک ملازمین کو قرضوں سے کہیں زیادہ ہے۔اس کے نتیجے میں توانائی کی تمام رسدی کڑیوں میں نقد رقوم کے مسائل نے پیداوار کو گھٹا دیا ہے اور دیکھ بھال کی وہ سطح بھی برقرار نہیں رکھی جاسکی جو پیداواری یونٹوں کو زیادہ سے زیادہ کارگزاری پر چلانے کے لیے درکار ہوتی ہے۔

شکل 3.13: مختلف شعبوں کے لحاظ سے بجلی کے اوسط نرخ

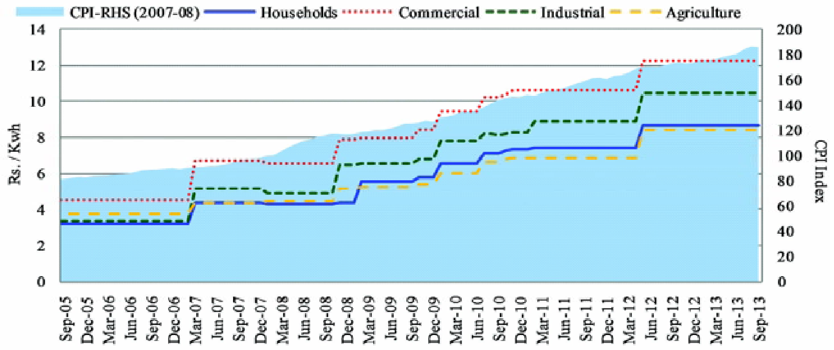

Source: SoI Report 2011-12, Nepra; PBS

صارفین پر لاگو ہونے والے نرخ ان کی جانب سے بجلی کا استعمال بڑھنے کا اصل سبب ہے۔[14] جیسا کہ **شکل 3.13** میں دکھایا گیا ہے، گھریلو شعبے کے نرخ (اوسط سلیب ماہانہ 101 تا 300 کلو واٹ گھنٹہ جو کہ بیشتر صارفین کا سلیب ہے) اتنی تیزی سے نہیں بڑھائے گئے جتنی تیزی سے صنعتی اور کاروباری نرخ بڑھائے گئے۔ گھریلو صارفین کی تعداد چونکہ صنعتی اور کاروباری صارفین سے کہیں زیادہ ہے اس لیے اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ نرخوں کی تشکیل میں سیاسی پہلو بھی کارفرما ہوتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گھریلو نرخوں میں مطلوبہ اضافے پر زیادہ زور نہیں دیا گیا کیونکہ حکومت گھریلو نرخوں پر زراعانت دینے کی خواہاں تھی حالانکہ اس طرح خود اس پر قرضے کا بوجھ بڑھ گیا۔

شکل 3.14: نیپرا اور حکومت پاکستان کے مقرر کردہ نرخ (زراعانت فی یونٹ)

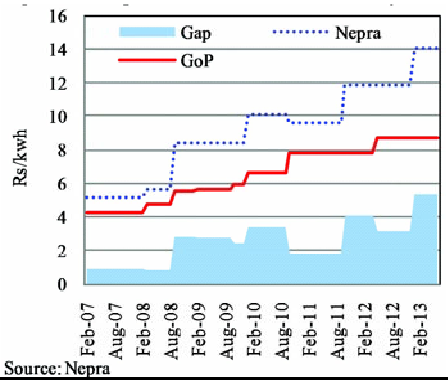

Source: Nepra

ملک میں چونکہ بجلی کے پیداواری یونٹ بہت بڑی تعداد میں ہیں اور ان سب کی پیداواری لاگت بھی ایک دوسرے سے مختلف ہے اس لیے اوسط پیداواری لاگت جاننے کا بہترین متبادل یہ ہے کہ نیپرا کے سفارش کردہ نرخوں پر نظر ڈالی جائے۔[15] تاہم نیپرا کی سفارش اور وزارت پانی و بجلی کا اعلان دو الگ چیزیں ہیں۔ جیسا کہ **شکل 3.14** میں دکھایا گیا ہے، ان دو طرح کے نرخوں کے مابین فرق اواخر 2011ء سے بڑھتا جا رہا ہے، اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وزارت پانی و بجلی کی طرف سے اعلان بعض اوقات خاصی تاخیر سے کیوں ہوتا ہے، جس کا لازمی نتیجہ گردشی قرضہ بڑھنے کی صورت میں نکلتا ہے (**شکل 3.2**)۔ فی الوقت اوسط پیداواری لاگت 14 روپے فی کلوواٹ گھنٹہ سے زائد ہے جبکہ صارف سے حاصل ہونے والا اوسط نرخ صرف ساڑھے 8 روپے فی کلوواٹ گھنٹہ ہے۔ اس کے نتیجے میں حکومت سے موصولہ بجلی کی زراعانت نہ صرف بجٹ سے کہیں زیادہ ہوتی ہے بلکہ تاخیر سے بھی ملتی ہے۔

نچلی سطح کا تجزیہ

اس مسئلے کی ایک جہت بجلی پر زراعانت کے اصل وصول کنندگان ہیں۔ کراچی میں بجلی کے استعمال پر موجود گھریلو اعداد و شمار کا اس طرح جائزہ لیا جائے کہ نرخوں کے ماہانہ مختلف سلیب میں آنے والے اوسط گھرانے میں بجلی کے زیر استعمال آلات کون کون سے ہیں (**جدول 3.4**) تو کئی نکات اجاگر ہوتے ہیں:[16]

14 گھریلو شعبے کی جانب سے بجلی کا استعمال بڑھنے کی ایک وجہ تو پاکستان کی آبادی میں اضافہ ہے تاہم اس میں زیادہ تناسب غالباً نئے برقی کنکشنوں اور گھریلو صَرف کو ترجیح دینے کی بنا پر ہے۔ ہماری رائے میں، شہری اور نیم شہری علاقوں میں برقی آلات واشیا کے استعمال میں خاصا اضافہ بھی ہو چکا ہے۔

15 نرخوں کے تعین کے لیے نیپرا کا ایک فارمولا ہے، وہ حکومتی ملکیت کے ہر بجلی ساز ادارے (جینکوز) کا تجزیہ کرتی ہے اور کارگزاری کے لحاظ سے بہترین جینکو کی پیداواری لاگت کو نشانیہ تصور کرتی ہے۔ اس فارمولے پر عمل کرنے میں بھی مسائل موجود ہیں تاہم فارمولا، کم کارگزار جینکو کے مقابلے میں زیادہ کارگزار پیداواری ادارے (آئی پی پیز) کا اوسط نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔

16 **جدول 3.5** میں ایک اوسط گھرانے کے زیر استعمال برقی آلات کا ایک تجزیہ دیا گیا ہے کہ بجلی استعمال کرنے کے حوالے سے وہ گھرانہ کس سلیب میں آتا ہے۔ اس میں ہر آلے کی مطلوبہ بجلی اور استعمال کے گھنٹوں کی اوسط تعداد (ماہانہ) کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ تمام سلیبوں میں درست موازنے کے لیے ہم نے موسم گرما کے استعمال پر توجہ مرکوز کی ہے کیونکہ یہ وہ زمانہ ہوتا ہے جب چھوٹے صارفین کو بجلی کے استعمال میں محتاط ہونا ہوتا ہے تاکہ وہ اپنے متعلقہ سلیب کے اندر رہیں۔

- ماہانہ 50 کلوواٹ گھنٹہ تک بجلی استعمال کرنے والے غریب صارفین صرف بنیادی نوعیت کے آلات یعنی ایک دو بلب اور ایک پنکھا محدود طور پر استعمال کرتے ہیں۔ ان آلات کا زیادہ استعمال اور ایک ٹی وی بھی ان میں شامل کرلیا جائے تو یہ صارفین اگلے سلیب (ماہانہ 51 سے 100 کلوواٹ گھنٹہ) میں داخل ہوجاتے ہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ صارفین اضافی بجلی بذریعہ غیر قانونی کنکشن (کنڈا) استعمال کررہے ہیں۔

- ائرکنڈیشنر، مائکروویواوون، واٹر پمپ، ریفریجریٹر اور ڈیپ فریزر جیسے آلات بھاری ہیں یعنی ان کو زیادہ بجلی درکار ہوتی ہے کیونکہ ان میں موٹر چلتی ہے۔ **جدول 3.4** سے ظاہر ہے کہ کسی گھرانے کی آمدنی جوں جوں بڑھتی جاتی ہے اس کے زیر استعمال آلات کی تعداد بھی بڑھتی جاتی ہے۔ صارفین کی اکثریت (ماہانہ 101 سے 300 کلوواٹ گھنٹہ) ان بھاری میں سے اکثر آلات استعمال نہیں کرتی۔

- چوتھے سلیب (ماہانہ 301 سے 700 کلوواٹ گھنٹہ) کے صارفین کے پاس بھاری آلات میں سے صرف ایک ائرکنڈیشنر ہے۔ جن گھرانوں میں کئی کئی اے سی ہیں وہ دیگر بہت سے پُرتعیش برقی آلات بھی استعمال کرتے ہوں گے، جس کا مطلب ہے کہ 700 یونٹ سے اوپر والے سلیب کے صارفین ماہانہ حقیقتاً جتنی بجلی استعمال کرتے ہیں وہ ممکنہ طور پر 700 یونٹ سے کہیں زیادہ ہوگی۔ ہماری رائے میں گھریلو صارفین کے اس بالائی سلیب میں مزید تقسیم کی گنجائش موجود ہے۔

جدول 3.4: اوسط گھرانوں کے زیر استعمال برقی آلات

آلات	درجہ بندی (واٹ)	1-50 یونٹ	1-100 یونٹ	100-300 یونٹ	301-700 یونٹ	700 سے زائد یونٹ
پنکھا	80	✓	✓	✓	✓	✓
بلب	100	✓	✓	✓	✓	✓
انرجی سیور	24		✓	✓	✓	✓
ٹیوب لائٹ	40		✓	✓	✓	✓
استری	1000		✓	✓	✓	✓
ایرکنڈیشنر، اسپلٹ	1400-2000				✓	✓
ریفریجریٹر	300-500			✓	✓	✓
ڈیپ فریزر	300-500				✓	✓
واشنگ مشین	373			✓	✓	✓
واٹر پمپ	746					✓
ٹی وی	120			✓	✓	✓
مائکروویواوون	1200					✓
کمپیوٹر	200				✓	✓
برقی کیتلی						✓
ٹوسٹر						✓
ویکیوم کلینر						✓
ہیئر ڈرائر						✓
فوڈ فیکٹری						✓

ماخذ: کے ای ایس سی

جدول 3.5 میں دکھایا گیا ہے کہ ہر سلیب میں صارفین (بلکہ درست معنوں میں میٹروں) کی تعداد کتنی ہے، اور ہر سلیب کتنی بجلی استعمال کرتا ہے۔[17] تمام سلیبوں میں نارمل تقسیم ہونی چاہیے، اسی طرح یہ حقیقت بھی کہ بھاری بجلی استعمال کرنے والے (6 فیصد گھرانے) گھریلو شعبے کی استعمال شدہ مجموعی بجلی کا تقریباً ایک تہائی صَرف کرجاتے ہیں۔ زیادہ دلچسپ وہ طریقہ کار ہے جس کے تحت زراعانت کو مختلف سلیبوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

زراعانت کا نظام مناسب طور پر سمجھنے کے لیے ہم اس کے معاشی نقصانات اور مزید جکڑ دینے والے مالیاتی بوجھ پر الگ سے تجزیہ پیش کریں گے۔ اس کے معاشی نقصانات پر غور کے لیے ہم سال کے دوران حکومت کے اعلان کردہ نرخ، اور پیداوار اور تقسیم کی اوسط لاگت کے مابین فرق نکالتے ہیں (**جدول 3.6**)۔ تخمینہ فی کلوواٹ گھنٹہ پر زراعانت نکالا گیا، اور اس دوران اس امر کو پیش نظر رکھا گیا کہ بیشتر بجلی استعمال کرنے والوں کو نچلے سلیب سے منسلک نسبتاً سستے نرخوں کا فائدہ ہورہا ہے (**جدول 3.6** میں دکھایا گیا ہے کہ استعمال شدہ بجلی کی قیمت بندی میں کوئی یکسانیت اور تسلسل نہیں ہے)۔

بجلی کے بیشتر صارفین کتنی مقدار میں بجلی استعمال کرتے ہیں، اس پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ 51 فیصد سے زائد زراعانت وہ صارفین حاصل کرجاتے ہیں جو ماہانہ اوسطاً 301 کلوواٹ گھنٹہ سے زائد کے سلیب میں ہیں، یہ صارفین ایرکنڈیشنر اور کئی پُرتعیش برقی آلات استعمال کرتے ہیں (**جدول 3.4**)۔[18] دوسری طرف انتہائی قلیل بجلی استعمال کرنے

17 کے ای ایس سی کے ڈیٹا میں گھروں کے بجائے میٹروں پر انحصار کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض بڑے گھروں نے اپنے یہاں کئی میٹر نصب کرار کھے ہیں تاکہ وہ چھوٹے صارفین کی مانند کم نرخوں سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اگرچہ مئی 13ء میں کے ای ایس سی نے پالیسی نافذ کی ہے کہ ہر گھر کو (خواہ اپارٹمنٹ ہو یا مکان) صرف ایک میٹر ملے گا، تاہم ادارے کا تخمینہ ہے کہ 20 سے 25 فیصد خوشحال گھرانوں میں شاید اب بھی کئی کئی میٹر نصب ہیں۔

18 جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ بھاری بجلی استعمال کرنے والے 20 سے 25 فیصد گھرانوں نے کئی کئی میٹر لگا رکھے ہیں تو بے منصوبہ زراعانت مزید غیر متوازن محسوس ہوتی ہے، یعنی یہ گھرانے ماہانہ 301 سے 700 کلوواٹ گھنٹہ والے صارفین کی طرح ادائیگی کرتے ہیں۔

والا طبقہ مجموعی گھریلو زراعانت کا صرف 1.6 فیصد حاصل کر پاتا ہے۔ اگر زر اعانت کو انتہائی مستحق طبقے تک پہنچانے کے لیے نرخوں کو معقول بنایا جاتا تو صرف ابتدائی دوسلیب (یعنی ماہانہ 100 کلوواٹ گھنٹہ تک) کو بیشتر زراعانت حاصل ہوتی، جبکہ فی الوقت انہیں گھریلو زراعانت کا صرف 6.7 فیصد ملتا ہے۔ نیز، ہر سلیب میں اوسط گھرانے کا سب سے زیادہ بجلی استعمال کرنے والے صارفین کو ماہانہ 6,631 روپے زر اعانت ملتی ہے، جبکہ انتہائی قلیل بجلی لینے والے صارفین کو صرف 420 روپے کا فائدہ ہوتا ہے۔[19] تمام گھرانوں کو زر اعانت کی فراہمی خطرناک ہے اور اسے فوری درست کرنا لازمی ہے۔

جہاں تک مالیاتی بوجھ کا تعلق ہے، ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ موجودہ نرخ پہلے ہی معقول ہیں۔ نرخ نیپرا مقرر کرتی ہے تاکہ بھاری (زیادہ خوشحال) صارفین زیادہ غریب گھرانوں کا مالی بوجھ بٹائیں (**جدول 3.6** میں انتہائی قلیل بجلی والے صارفین کے لیے نہایت کم نرخ دکھائے گئے ہیں)۔ حکومت عام طور پر چونکہ نیپرا کی سفارش کے مقابلے میں کم نرخوں کی منظوری دیتی ہے اس لیے اسے فرق کو پورا کرنے کے لیے وفاقی بجٹ میں زراعانت مہیا کرنا چاہیے۔

ملکی نیٹ ورک میں کے ای ایس سی کی اہمیت، اور بطور نجی ادارہ کام کرنے کے پیش نظر وفاقی حکومت کی طرف سے بجلی کی دی گئی زراعانت کو پیپکو اور کے ای ایس سی تقسیم کر لیتے ہیں۔ بجلی کے شعبے کو زراعانت کی حقیقی ادائیگی کا وفاقی بجٹوں میں مستقلاً اصل سے کم اندازہ لگایا گیا ہے، جیسا کہ **جدول 3.7** سے پتہ چلتا ہے۔ تخمینے اور حقیقی ادائیگی کے مابین فرق اگرچہ مالی سال 13ء میں کچھ کم ہوا ہے تاہم رقم کی مقدار ملک کے اقتصادی استحکام کے لیے متواتر خطرہ ہے۔ جی ڈی پی میں اسی بوجھ کی بنا پر مالیاتی خسارہ گذشتہ دو سال سے جی ڈی پی کے 8 فیصد سے زائد ہے۔ نیز، مالی سال 10ء تا مالی سال 12ء مختص رقوم اور ادائیگیوں کے مابین نمایاں فرق سے یہ پتہ چلتا ہے کہ (سال کے آغاز پر) نرخوں کے تخمینے میں پیداواری اخراجات میں اضافے کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا، اور یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ حکومت اس اضافے کا بوجھ عام صارف تک منتقل کرنا نہیں چاہتی۔

جدول3.5: گھریلو صارفین اور استعمال شدہ یونٹس

	سلیب	مجموعی صارفین*	مجموعی صارفین کا فیصد	بلوں میں یونٹس (گیگاواٹ گھنٹے فی ماہ)	مجموعی بلنگ کا فیصد
م س13ء					
i	50 - 1 یونٹ	141,083	9 فیصد	4	1فیصد
ii	100 - 1 یونٹ	207,663	13 فیصد	17	3فیصد
iii	101-300 یونٹ	793,326	50 فیصد	158	32فیصد
iv	301 - 700 یونٹ	356,609	22 فیصد	156	31فیصد
v	700سے زائد یونٹ	97,233	6 فیصد	162	33فیصد
	مجموعہ	1,595,914	100 فیصد	496	100فیصد
م س12ء					
i	50 - 1 یونٹ	123,869	8فیصد	3	1فیصد
ii	100 - 1 یونٹ	222,211	14فیصد	18	4فیصد
iii	101-300 یونٹ	796,914	51فیصد	151	33فیصد
iv	301 - 700 یونٹ	325,481	21فیصد	141	31فیصد
v	700سے زائد یونٹ	96,241	6فیصد	148	31فیصد
	مجموعہ	1,564,716	100فیصد	461	100فیصد
م س11ء					
i	50 - 1 یونٹ	137,557	9فیصد	4	1فیصد
ii	100 - 1 یونٹ	238,145	16فیصد	18	5فیصد
iii	101-300 یونٹ	718,387	49فیصد	133	33فیصد
iv	301 - 700 یونٹ	292,356	20فیصد	126	31فیصد
v	700سے زائد یونٹ	88,155	6فیصد	119	30فیصد
	مجموعہ	1,474,600	100فیصد	400	100فیصد

* مجموعی صارفین= فعال صارفین میں سے منقطع یا خدمات سے محروم کیے گئے صارفین کو منہا کر کے

نوٹ: بجلی کا صَرف موسم گرما کے ایک مہینے کی بنیاد پر ناپا گیا ہے جب بجلی کی طلب بلند ترین ہوتی ہے۔ مندرجہ بالا جدول میں دیے گئے اعداد و شمار میٹروں سے لیے گئے ہیں (یعنی ایک گھر میں کئی میٹر ممکن ہو سکتے ہیں۔ ایک گھر میں کئی میٹروں کا استعمال م س13ء میں ختم کرا دیا گیا تھا)۔

ماخذ: کے ای ایس سی

مستقبل کی توقعات **شکل 3.15** سے ظاہر ہیں، جس میں دکھایا گیا ہے کہ نیپرا کے نزدیک ملک میں بلند ترین طلب اور پیداواری استعداد کتنی ہوگی۔ ان دونوں میں اتار چڑھاؤ موسمی ہے، بجلی کی طلب گرمیوں میں بلند ترین ہوتی ہے، یعنی اسی عرصے کے دوران جب زیادہ سے زیادہ پن بجلی دستیاب ہو جاتی ہے۔ تاہم اس سے قطع نظر اس سے پتہ چلتا ہے کہ پاکستان میں بجلی کی قلّت وسط 2018ء تک ختم نہیں ہوگی۔

19 ہمیں یہ بات سمجھنا چاہیے کہ بلند ترین نرخ اگرچہ اوسط پیداواری لاگت سے زائد ہے تاہم نچلے سلیبوں میں دی گئی زراعانت پر غور کریں تو خوشحال گھرانے بھی حکومت کی زراعانت سے مستفید ہو رہے ہیں۔

جدول3.6 : کے ای ایس سی سے مستفید گھرانوں کو زراعانت کی تقسیم بلحاظ ہر سلیب

سلیب	نیپرا کا معلوم کردہ نرخ (روپے فی کلوواٹ گھنٹہ)	منظور کردہ نافذ سرکاری نرخ (روپے فی کلوواٹ گھنٹہ)	دونوں نرخوں میں فرق	زراعانت فی یونٹ[1]	استعمال کردہ یونٹ[2]	عام صارف پر زراعانت (روپے)	تعداد صارفین	کل زراعانت/سلیب (ملین روپے)	فیصد تناسب
	(1)	(2)	(3=1-2)	17 روپے میں سے (2) منہا					
1-50 یونٹ	2	2	0	15.0	28	420	141,083	59.3	1.6 فیصد
51-100 یونٹ	14.89	5.79	9.1	11.21	82	919	207,663	190.9	5.1 فیصد
101-300 یونٹ	16.39	8.11	8.28	8.89	199	2,001	793,326	1,587.5	42.4 فیصد
301-700 یونٹ	18.59	12.33	6.26	4.67	437	3,539	356,609	1,262.0	33.7 فیصد
700 سے زائد یونٹ	20.19	15.07	5.12	1.93	1,666	6,631	97,233	644.8	17.2 فیصد
							1,595,914	3,744	100 فیصد

1 اوسط ترسیلی لاگت (17 روپے فی کلوواٹ گھنٹہ) اور حکومت کے نافذ کردہ نرخ میں فرق ہر سلیب پر

2 موسم گرما میں کے ای ایس سی کے عام صارف کے استعمال کردہ اوسط یونٹ ہر سلیب میں

ماخذ: اسٹیٹ بینک کا تخمینہ جو مالی سال 13ء میں گرما کے مہینے میں کے ای ایس سی کے سلیب وار صارفین کے ڈیٹا اور صَرف پر مبنی ہے۔

جدول3.7: بجلی کے شعبے کو زراعانت

ملین روپے

	م س09ء		م س10ء		م س11ء		م س12ء		م س13ء	
	مختص	اجرا	مختص	اجرا	مختص	اجرا	مختص	اجرا	مختص	اجرا
الف۔ پیپکو										
نرخوں کا فرق	65,000	82,000	10,000	93,487	30,000	284,780	50,000	412,018	120,000	250,261
دیگر	9,612	8,454	52,903	53,103	54,000	14,000	72,700	7,000	14,970	10,000
ذیلی مجموعہ (الف)	74,612	90,454	62,903	146,590	84,000	298,780	122,700	419,018	134,970	260,261
ب۔ کے ای ایس سی										
نرخوں کا فرق	12,000	17,000	2,000	31,714	2,000	46,000	24,000	45,000	50,000	84,000
دیگر	1,800	1,720	1,800	537	1,317	1,317	588	-	317	-
ذیلی مجموعہ (ب)	13,800	18,720	3,800	32,251	3,317	47,317	24,588	45,000	50,317	84,000
مجموعہ (الف+ب)	88,412	109,174	66,703	178,841	87,317	346,097	147,288	464,018	185,287	344,261
نرخوں کا فرق	77,000	99,000	12,000	125,201	32,000	330,780	74,000	457,018	170,000	334,261
بجلی پر زراعانت بطور فیصد جی ڈی پی*	0.7 فیصد	0.8 فیصد	0.5 فیصد	1.2 فیصد	0.5 فیصد	1.9 فیصد	0.7 فیصد	2.3 فیصد	0.8 فیصد	1.5 فیصد

* مختص رقم جی ڈی پی ہدف کے فیصد کے طور پر، جبکہ اجرا شدہ رقم حقیقی جی ڈی پی کے فیصد کے طور پر لی گئی ہے۔

ماخذ: بجٹ دستاویزات، متعدد شمارے

3.7 مسئلے کا حل

بجلی پر زراعانت سے م س13ء کے دوران گردشی قرضہ اور مالیاتی خسارہ بڑھتا رہا، چنانچہ نرخوں میں اضافے کی فوری ضرورت ہے۔ تاہم صرف نرخ بڑھانے سے بھی مسئلہ حل نہیں ہوگا کیونکہ نرخ بڑھانے سے چوری اور بل میں ردوبدل کی ترغیب ملے گی۔ نرخ بڑھنے سے بجلی کا استعمال بھی کم ہو جائے گا کیونکہ لوگ ایسے حالات میں بجلی کی بچت کرنے لگتے ہیں۔ ان عوامل سے آمدنی متاثر ہوسکتی ہے، جس کا مطلب ہے کہ تقسیم کار کمپنیوں کی آمدنی میں متوقع اضافہ امکان سے کم ہوگا۔

نرخ بڑھانے کے علاوہ پیداواری اخراجات گھٹانے اور ترسیلی نقصانات میں کمی کی بھی ضرورت ہے۔ جہاں تک عمل درآمد کا تعلق ہے تو گیس کا بجلی کی پیداوار میں استعمال ترجیح ہونا چاہیے تاکہ پیداواری لاگت کم ہو، نیز بجلی کی محدود پیداوار کے نئے کارخانوں کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ دوسری طرف، ترسیلی نقصانات اسی وقت کم ہونے کی توقع ہے جب پیشہ ورانہ انتظامیہ کے تحت پیداواری کمپنیوں اور تقسیم کار کمپنیوں کی تنظیم نو کی جائے گی۔ بعض تقسیم کار کمپنیوں کے ترسیلی نقصانات بہت زیادہ ہیں (**شکل 3.11**)، انہیں کم کرنے کی غرض

شکل 3.15: تخمین شدہ پیداواری استعداد اور طلب کا عروج

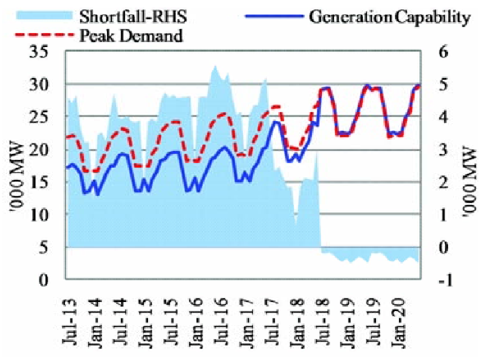

Source: SoI Report, Nepra

سے انفراسٹرکچر بہتر بنانے کی خاطر ترسیلی اور تقسیمی مراحل پر بھاری سرمایہ جاتی سرمایہ کاری کرنی ہوگی۔ فی الحال حکومت مالیاتی گنجائش کی بنا پر یہ سرمایہ کاری نہیں کرسکتی۔

نرخوں میں معقولیت پیدا کرنے سے طلب کے پہلو پر بھی اثر پڑے گا، کیونکہ بجلی کے بڑھتے بل روکنے کے لیے بچت کے طریقے اختیار کیے جائیں گے۔ بجلی کے ماہرین سے بحث کے نتیجے میں پتہ چلا ہے کہ صَرف گھٹانے کے لیے عام صارفین کئی طریقے اختیار کرسکتے ہیں:

1۔ توانائی کے ماہرین کی جانب سے آڈٹ۔ تمام صارفین اپنے ناقص برقی آلات کا پتہ چلانے کے لیے اپنے بجلی کے صَرف کا آڈٹ کراسکتے ہیں۔[20] یہ یقینی بنائیں کہ فراہم کردہ لوڈ صارف کی ضرورت کے مطابق ہے، اور موجودہ مکان کو توانائی کے بہتر استعمال کے قابل بنانے کے لیے اضافی مشورہ لے سکتے ہیں،
2۔ کے ای ایس سی جیسی تقسیم کار کمپنیاں برقی آلات بنانے والے اداروں سے رابطے میں ہیں تاکہ توانائی کے بہتر استعمال والے آلات کے استعمال کا شعور صارفین میں پیدا کیا جائے،
3۔ عمارات سے متعلق ضوابط بنائے جانے چاہئیں تاکہ نوتعمیر شدہ رہائشی، دفتری، تجارتی اور صنعتی مقامات پر بجلی کا زیادہ کارگر استعمال کیا جائے،
4۔ ان نئے مقامات پر بجلی کے تقسیمی نیٹ ورک کے لیے کم از کم معیارات مقرر کردیے جائیں تو نہ صرف طویل مدتی اہلیت پیدا ہوگی بلکہ چوری کے واقعات بھی کم ہوں گے،
5۔ کم آمدن والے گھرانوں کے لیے ایشیائی ترقیاتی بینک نے ایک مہم شروع کی ہے جس کے تحت ناقص بلب کے بدلے انرجی سیور دیے جائیں گے، اور
6۔ حکومت ان طریقوں کے بارے میں شعور اجاگر کرنے کے لیے ذرائع ابلاغ میں اور اشتہاری مہمیں چلائے۔

بیشتر بچت اقدامات میں حکومت کو فعال کردار ادا کرنا پڑے گا۔ اگرچہ سابقہ حکومتوں نے بعض مثبت اقدامات کیے تاہم ان میں اخلاص کی کمی تھی اور وہ تادیر برقرار نہ رکھے گئے چنانچہ کوئی بامقصد اثرات نہ ڈال سکے۔ صورتِ حال اب بھی بدتر ہے، گیس مختص کرنے، تیل اور گیس کی تلاش کی قیمت بندی (دیکھئے **خصوصی سیکشن 3.1**)، اور گیس و بجلی دونوں کے عام صارف کے لیے نرخ جیسے بنیادی فیصلے ایک سمت میں نہیں بلکہ باہم متضاد ہیں۔ مثال کے طور پر گیس مختص کرنے اور قیمت بندی کے فیصلے وزارت پیٹرولیم و قدرتی وسائل (اور اوگرا) کرتی ہے، جبکہ بجلی کی پیداوار اور نرخوں کے فیصلے وزارت پانی و بجلی (اور نیپرا) کرتی ہے۔ یعنی عملاً صورتِ حال یہ ہے کہ محدود قدرتی وسائل بہترین طریقے سے مخصوص کرنے اور تیل کی مطلوبہ درآمد پر اس کے مضمرات، کے بارے میں فیصلے کرنے کا اختیار الگ الگ حلقوں کے پاس ہے جو کہ اکثر مختلف مجبوریوں کے تحت کام کرتے ہیں۔

اسی طرح، ہم پہلے دی گئی ایک تجویز سے متفق ہیں، یعنی صرف ایک وزارت توانائی ہونی چاہیے۔[21] ایسی ایک وزارت کے ہونے سے پالیسی سازی میں کلّیت پسندی آئے گی، شعبہ توانائی میں طویل مدتی منصوبہ نافذ ہوسکے گا، اور گیس مختص کرنے کا فیصلہ محض عوامی رائے کو سامنے رکھ کر نہیں کیا جائے گا۔ **شکل 3.16** میں دکھایا گیا ہے کہ واحد وزارت توانائی کو بجلی بنانے کی ذمہ داری پوری کرنے کے لیے گیس مختص کرنے کا فیصلہ کرنے کی ترغیب ملے گی (جو کہ فی الحال الگ وزارت کررہی ہے)، نیز اس طرح وہ واحد ضابطہ ساز ادارے کی حیثیت سے ایندھن اور توانائی کے ایسے نرخ مقرر کرنے پر مجبور ہوگی کہ تمام صارفین اپنی زیر استعمال سہولت کی موقع لاگت ادا کرنے کے خود ذمہ دار ہوں گے۔ ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ نرخوں کا حتمی اعلان اسی واحد ضابطہ ساز ادارے کا اختیار ہونا چاہیے تاکہ حکومتی وزارت نرخوں میں مطلوبہ اضافے پر سیاسی سوچ کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہ کرے۔

آخر میں ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ متبادل توانائی کے منصوبوں کی منظوری اور عمل درآمد میں تیزی لانے، اور پن بجلی کے چھوٹے یونٹوں کی حوصلہ افزائی کے لیے ٹھوس پالیسی

20 ریفریجریٹر، واٹر پمپ اور ایئرکنڈیشنر جیسے برقی آلات وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بجلی کے صَرف کے حوالے سے نہایت ناقص ہوتے جاتے ہیں۔ اگر نرخ بلند ہوں تو گھرانے یقیناً نئے آلات لینے کا فیصلہ کریں گے جن کی کارکردگی بہتر ہوگی۔
21 وزیراعظم کی ٹاسک فورس (2008ء) کی تجاویز میں یہ تجویز بھی شامل تھی۔

شکل 3.16 (الف): توانائی کے شعبے کا موجودہ ڈھانچہ

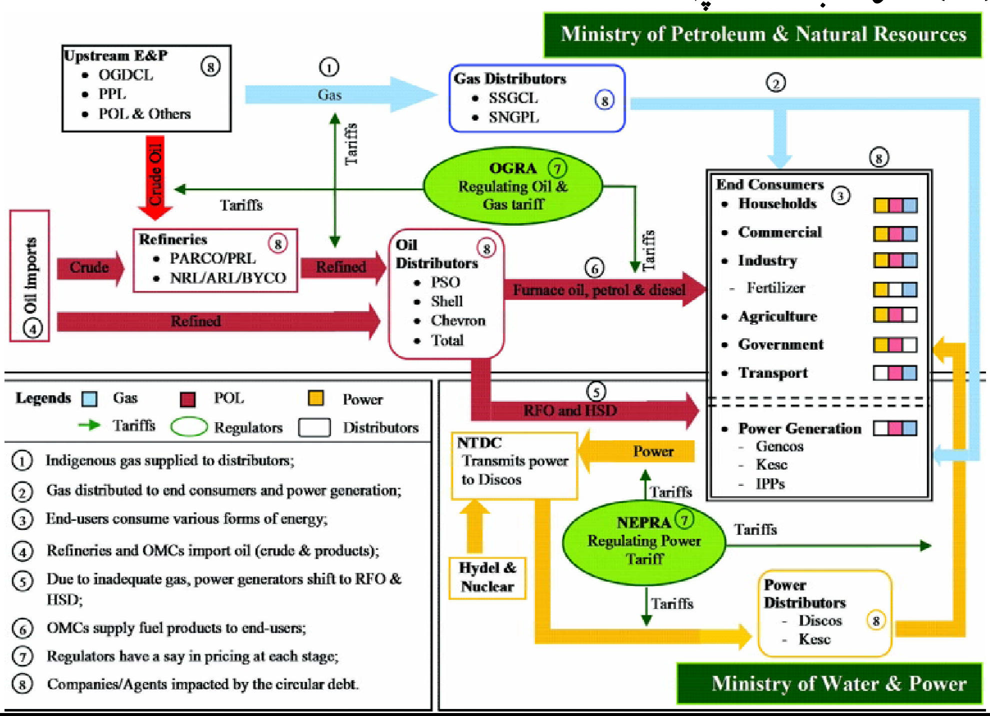

شکل 3.16(ب): توانائی کے شعبے کا مجوزہ ڈھانچہ

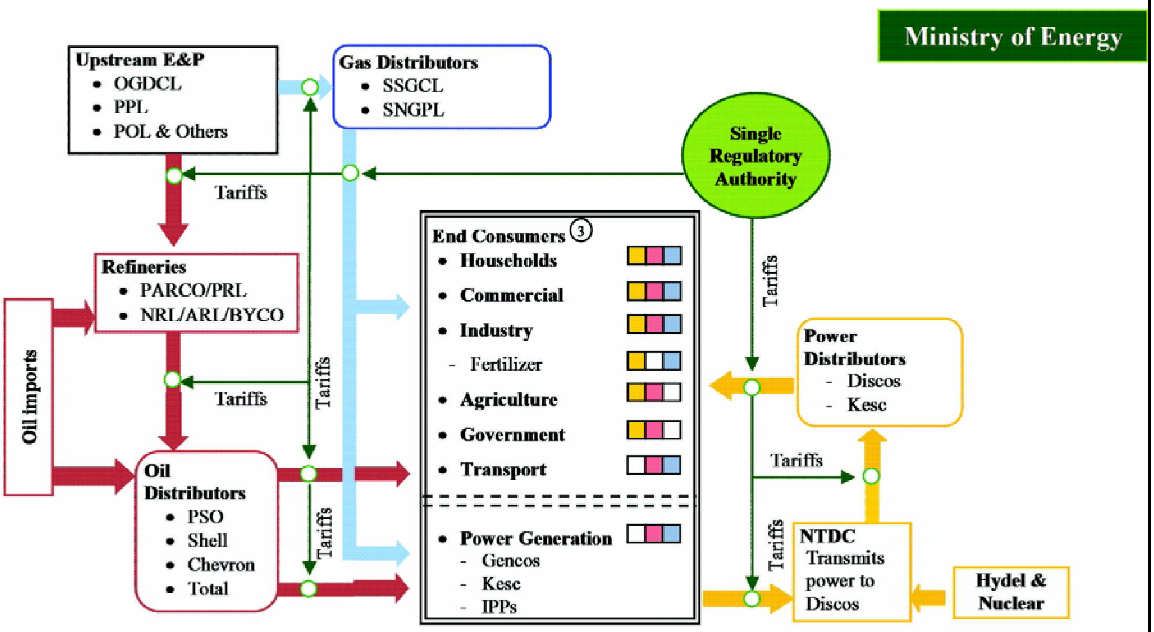

اقدامات درکار ہیں۔ان سے پیدا ہونے والی بجلی چونکہ مقدار میں کم ہوگی اس لیے ممکن ہے اسے قومی گرڈ میں شامل نہ کیا جائے، تاہم صوبائی حکومتوں کو اس شعبے میں بڑھ چڑھ کر دلچسپی ظاہر کرنی چاہیے۔

3.8 اختتامیہ

شعبہ توانائی میں سب سے اہم رکاوٹ جون 2013ء میں ہٹا دی گئی ہے، حکومت نے گردشی قرضے کے تصفیے کے لیے 322 ارب روپے ادا کر دیے۔[22] بنیادی مسئلہ حل کرنے کی خاطر اگست 2013ء میں بجلی کے تجارتی و صنعتی نرخ بڑھائے گئے جبکہ گھریلو نرخ نومبر میں بڑھے۔تاہم توانائی کی پوری رسدی زنجیر کے لیے وسیع تر اصلاحاتی ایجنڈا کے تحت نجی صارفین اور صوبائی حکومتوں کو بھی غیر ادا شدہ بل ادا کرنے چاہئیں۔جیسا کہ پہلے بحث کی جا چکی ہے، پالیسی سازوں کا محض مالکاری کے مسئلے (یعنی گردشی قرضے کی ادائیگی، یا بجلی کی بھاری زراعانت کی مالکاری) سے نمٹنا کافی نہیں ہے، بلکہ شعبہ توانائی کی تنظیم نو کی غرض سے اس میں پیشہ ورانہ نظامیہ لانے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔پاکستان کے معاملے میں یہ واضح ہو چکا ہے کہ قلیل مدتی پالیسی مصلحت کی بنا پر وسط سے طویل مدتی ساختی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔

جیسا کہ ٹیکس محاصل بڑھانے کے لیے مالیاتی اصلاحات کے معاملے میں ہوا، 2010ء میں بجلی کے نرخ بڑھانا اور گیس کے نرخوں میں غیر دانشمندانہ کٹوتی واپس لے لینا موجودہ صارفین کے لیے ناگوار ہوگا۔تاہم بجلی کی پیداوار اور تقسیم کی اوسط لاگت کے درمیان موجود 5.5 روپے فی کلوواٹ گھنٹہ کے فرق، اور صارفین سے تقسیم کار کمپنیوں کی وصولی کی سکت کو دیکھتے ہوئے نرخوں میں تیزی سے اضافہ ناگزیر ہے۔جہاں تک قدرتی گیس کا سوال ہے تو اس کے نرخ بڑھنے چاہئیں، نہ صرف اس لیے کہ گھریلو صارفین اور صنعتی/تجارتی صارفین کے نرخوں کے مابین موجود نمایاں فرق گھٹایا جائے بلکہ اس لیے بھی کہ گھریلو صارفین اس گیس کا فراخدلانہ استعمال (خصوصاً بجلی پیدا کرنے کے لیے) نہ کریں۔نرخوں میں معقولیت لانے سے گرانی بڑھے گی، شاید یہی وجہ ہے کہ اسٹیٹ بینک نے مس 14ء کے لیے گرانی کا تخمینہ بڑھا کر 10.5 سے 11.5 فیصد کر دیا ہے۔

بجلی کی قلّت اگلے کئی برس جاری رہ سکتی ہے، چنانچہ ملکی تیل اور گیس کی پیداوار بڑھانے کے لیے کثیر جہتی اقدامات درکار ہیں: قدرتی گیس کے ناقص استعمال کی حوصلہ شکنی کی جائے (یعنی سی این جی،[23] گھریلو اور صنعتی شعبے میں بجلی کی قلیل پیداوار والے یونٹ)، بجلی اور گیس دونوں کے عام صارفین کے لیے نرخوں کو معقول بنایا جائے، بجلی کی پیداوار کے لیے گیس ترجیحاً مختص کی جائے، اور سرکاری شعبے کی بجلی ساز کمپنیوں اور تقسیم کار کمپنیوں کی تنظیم نو کے بعد نجکاری کے لیے سرگرمی سے پیش رفت کی جائے۔

22 مجموعی تصفیہ 500 ارب روپے سے زائد کا تھا تاہم نقد اثر صرف 322.2 ارب روپے تک محدود رہا۔

23 بھارت کی طرح یہاں بھی نجی کاروں کے لیے سی این جی کی اجازت نہیں ہونی چاہیے، اور صرف سرکاری بسوں اور تین پہیے والے رکشاؤں کو سی این جی کی اجازت ہونی چاہیے۔

جدول 3.1: سو فیصد پلانٹ فیکٹر (جون 2012ء) پر خالص شرح حرارت (Net Heat Rate) کی بنیاد پر پاور پلانٹس (پیپکو سسٹم) کا میرٹ آرڈر

میرٹ آرڈر	نام	نوع	ایندھن	ایندھن کی لاگت (روپے فی کلوواٹ گھنٹہ)	جاریہ و مرمتی لاگت (روپے فی کلوواٹ گھنٹہ)	مخصوص لاگت (روپے فی کلوواٹ گھنٹہ)
1	اُچ (152.375 گیگاواٹ گھنٹہ تک)	آئی پی پی	گیس	0.29480	0.17573	0.50913
2	اُچ (152.375 گیگاواٹ گھنٹہ سے زائد)	آئی پی پی	گیس	1.30510	0.17573	1.51943
3	لبرٹی (61.904 گیگاواٹ گھنٹہ تک)	آئی پی پی	گیس	1.78975	0.26167	2.05142
4	لاکھڑا	جینکو	کوئلہ	2.86770	0.19540	3.06310
5	فوجی کبیر والا پاور کمپنی لمیٹڈ	آئی پی پی	گیس	3.24234	0.56964	3.81198
6	اورینٹ پاور	آئی پی پی	گیس	3.74960	0.17590	3.92550
7	سیفائر الیکٹرک	آئی پی پی	گیس	3.74950	0.29600	4.04550
8	سیف پاور	آئی پی پی	گیس	3.74960	0.29930	4.04890
9	ہالمور پاور	آئی پی پی	گیس	3.74970	0.30110	4.05080
10	فاؤنڈیشن پاور	آئی پی پی	گیس	3.92880	0.30250	4.23130
11	کیپکو-1	آئی پی پی	گیس	4.03475	0.20946	4.24421
12	جی ٹی پی ایس فیصل آباد 5 تا 9	جینکو	گیس	4.36440	0.02500	4.38940
13	گدو 11 تا 13	جینکو	گیس	4.33350	0.06890	4.40240
14	روش	آئی پی پی	گیس	4.25470	0.20535	4.46005
15	اینگرو انرجی	آئی پی پی	گیس	4.22200	0.26350	4.48550
16	حبیب اللہ کوسٹل پاور پلانٹ		گیس	4.13784	0.40081	4.53865
17	ایلٹرن (فیز-II)	آئی پی پی	گیس	4.12524	0.51976	4.64500
18	کیپکو-II	آئی پی پی	گیس	4.42544	0.24501	4.67045
19	گدو 5 تا 10	جینکو	گیس	4.81490	0.06890	4.88380
20	کیپکو-III	آئی پی پی	گیس	4.57701	0.47227	5.04928
21	جی ٹی پی ایس کوٹری 3 تا 7	جینکو	گیس	5.19900	0.08990	5.28890
22	مظفر گڑھ 4	جینکو	گیس	5.43000	0.02500	5.45500
23	مظفر گڑھ 1 تا 3	جینکو	گیس	5.47870	0.02500	5.50370
24	ایلٹرن (فیز-I)	آئی پی پی	گیس	5.30052	0.51976	5.82028
25	گدو 3 تا 4	جینکو	گیس	5.77780	0.06890	5.84670
26	مظفر گڑھ 5 تا 6	جینکو	گیس	6.17440	0.02500	6.19940
27	گدو 1 تا 2	جینکو	گیس	6.19030	0.06890	6.25920
28	جامشورو 2 تا 4	جینکو	گیس	6.23220	0.11130	6.34350
29	این جی پی ایس ملتان 1 تا 4	جینکو	گیس	7.16790	0.02500	7.19290
30	ایس پی ایس فیصل آباد 1 تا 2	جینکو	گیس	7.29670	0.02500	7.32170
31	جی ٹی پی ایس فیصل آباد 1 تا 4	جینکو	گیس	7.80370	0.02500	7.82870
32	لبرٹی (61.904 گیگاواٹ گھنٹہ سے زائد)	آئی پی پی	گیس	8.94873	0.26167	9.21040
33	جی ٹی پی ایس کوٹری 1 تا 2	جینکو	گیس	10.56450	0.08990	10.65440
34	مظفر گڑھ 4	جینکو	مکس	11.82370	0.02500	11.84870
35	مظفر گڑھ 1 تا 3	جینکو	مکس	11.93005	0.02500	11.95505
36	اینگرو پاور جین	آئی پی پی	مکس	11.71920	0.26720	11.98640
37	گدو 3 تا 4	جینکو	مکس	12.39695	0.06890	12.46585
38	جامشورو 2 تا 4	جینکو	مکس	13.21315	0.11130	13.32445
39	مظفر گڑھ 5 تا 6	جینکو	مکس	13.44495	0.02500	13.46995
40	کیپکو-I	آئی پی پی	فرنس آئل	13.24213	0.36334	13.60547
41	نشاط پاور	آئی پی پی	فرنس آئل	13.39010	0.73770	14.12780

جدول 3.1: سو فیصد پلانٹ فیکٹر (جون 2012ء) پر خالص شرح حرارت (Net Heat Rate) کی بنیاد پر پاور پلانٹس (پیپکو سسٹم) کا میرٹ آرڈر

میرٹ آرڈر	نام	نوع	ایندھن	ایندھن کی لاگت (روپے فی کلوواٹ گھنٹہ)	جاریہ و مرمتی لاگت (روپے فی کلوواٹ گھنٹہ)	مخصوص لاگت (روپے فی کلوواٹ گھنٹہ)
42	نشاط چونیاں	آئی پی پی	فرنس آئل	13.44930	0.73590	14.18520
43	اٹک جین	آئی پی پی	فرنس آئل	13.48180	0.74910	14.23090
44	لبرٹی پاور ٹیک	آئی پی پی	فرنس آئل	13.44000	0.81830	14.25830
45	اٹلس پاور	آئی پی پی	فرنس آئل	13.68610	0.73770	14.42380
46	کے ای ایل	آئی پی پی	فرنس آئل	14.29075	0.45320	14.74395
47	کیپکو۔II	آئی پی پی	فرنس آئل	14.53346	0.51145	15.04491
48	جاپان پاور	آئی پی پی	فرنس آئل	14.61336	0.43274	15.04610
49	سیپکول	آئی پی پی	فرنس آئل	14.48184	0.75477	15.23661
50	حبکو نارووال	آئی پی پی	فرنس آئل	14.60500	0.68800	15.29300
51	این جی پی ایس ملتان 1 تا 4	جینکو	مکس	15.66275	0.02500	15.68775
52	لال پیر پاور	آئی پی پی	فرنس آئل	15.58806	0.12982	15.71788
53	پاک جین پاور	آئی پی پی	فرنس آئل	15.58806	0.12982	15.71788
54	حبکو	آئی پی پی	فرنس آئل	15.60725	0.15942	15.76667
55	صبا پاور	آئی پی پی	فرنس آئل	15.76947	0.13534	15.90481
56	ایس پی ایس فیصل آباد 1 تا 2	جینکو	مکس	15.99675	0.02500	16.02175
57	جامشورو۔I	جینکو	فرنس آئل	17.53560	0.11130	17.64690
58	اورینٹ پاور	آئی پی پی	ہائی اسپیڈ ڈیزل	17.92820	0.28850	18.21670
59	کیپکو۔I	آئی پی پی	ہائی اسپیڈ ڈیزل	18.02173	0.21063	18.23236
60	مظفر گڑھ 4	جینکو	فرنس آئل	18.21740	0.02500	18.24240
61	سیفائر الیکٹرک	آئی پی پی	ہائی اسپیڈ ڈیزل	17.83500	0.42720	18.26220
62	ہالمور پاور	آئی پی پی	ہائی اسپیڈ ڈیزل	17.84940	0.43450	18.28390
63	مظفر گڑھ 1 تا 3	جینکو	فرنس آئل	18.38140	0.02500	18.40640
64	سیف پاور	آئی پی پی	ہائی اسپیڈ ڈیزل	18.03060	0.43200	18.46260
65	گدو 3 تا 4	جینکو	فرنس آئل	19.01610	0.06890	19.08500
66	اینگرو پاور جین	آئی پی پی	ہائی اسپیڈ ڈیزل	19.21640	0.27090	19.48730
67	کیپکو۔II	آئی پی پی	ہائی اسپیڈ ڈیزل	19.77906	0.28318	20.06224
68	جامشورو 2 تا 4	جینکو	فرنس آئل	20.19410	0.11130	20.30540
69	مظفر گڑھ 5 تا 6	جینکو	فرنس آئل	20.71550	0.02500	20.74050
70	جی ٹی پی ایس فیصل آباد 5 تا 9	جینکو	ہائی اسپیڈ ڈیزل	21.13620	0.02500	21.16120
71	کیپکو۔III	آئی پی پی	ہائی اسپیڈ ڈیزل	20.45576	0.71511	21.17087
72	این جی پی ایس ملتان 1 تا 4	جینکو	فرنس آئل	24.15760	0.02500	24.18260
73	ایس پی ایس فیصل آباد 1 تا 2	جینکو	فرنس آئل	24.69680	0.02500	24.72180
74	جی ٹی پی ایس کوٹری 3 تا 7	جینکو	ہائی اسپیڈ ڈیزل	24.77840	0.08990	24.86830
75	این جی پی ایس ملتان 1 تا 4	جینکو	ہائی اسپیڈ ڈیزل	37.79140	0.02500	37.81640
76	جی ٹی پی ایس کوٹری 1 تا 2	جینکو	ہائی اسپیڈ ڈیزل	50.35030	0.08990	50.44020

ماخذ: اسٹیٹ آف انڈسٹری رپورٹ 12-2011ء، نیپرا

خصوصی سیکشن 3.1: مسابقتی قیمت کے ذریعے گیس کی پیداوار میں اضافہ [24]

پاکستان کے قدرتی ذخائر کی صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے یہ واضح ہے کہ قدرتی گیس کو توانائی کی ملکی ضروریات پوری کرنے کا ذریعہ ہونا چاہیے۔ تاہم جیسا کہ **شکل 3.2 (الف)** سے ظاہر ہے، پاکستان میں قدرتی گیس کی پیداوار 2008ء سے بڑھی نہیں ہے۔ سی این جی کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور گھریلو کنکشن کی بڑھتی ہوئی تعداد نے طلب میں مزید اضافہ کیا ہے جس سے طلب اور دستیاب رسد کے مابین فرق وسیع ہو رہا ہے۔ اس کے نتیجے میں گیس مختص کرنے کے فیصلے بھی پیچیدہ ہو گئے ہیں، مسابقت کرنے والے صارفین نے حکومت کو اس کا موردِ الزام ٹھہرانا شروع کر دیا ہے۔ مسئلہ حل کرنے کے لیے روٹی کا حجم بڑھانے کی ضرورت ہے نہ کہ اس کے چھوٹے ٹکڑے تقسیم کرنے کی۔

خ س 3.1.1: خام تیل اور گیس کی پیداوار میں نمو

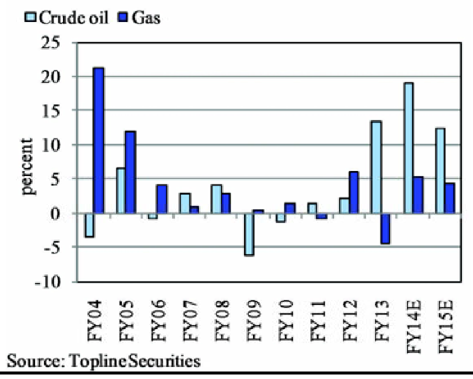

Source: Topline Securities

شکل خ س **3.1.1** سے ظاہر ہے، تیل کی ملکی پیداوار میں سال بسال نمو کا تخمینہ گیس کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ تیل ملک کی مجموعی ضروریات کے محض چھوٹے سے حصے کو پورا کرتا ہے۔[25] یہ بات حیرت انگیز ہے کہ پاکستان کی کسی حد تک منفرد پوزیشن کے باوجود قدرتی گیس کی پیداوار میں کوئی اضافہ نہیں دیکھا گیا ہے، یعنی پاکستان میں گھریلو صارفین کی بہت بڑی تعداد موجود ہے (جس کی بنا پر گیس کی تلاش کا عمل پرکشش بن جاتا ہے)، اور گیس کے مصدقہ کنویں بھی موجود ہیں جس کا مطلب ہے کہ مزید تلاش کامیابی سے ہم کنار ہونے کا امکان ہے۔

منڈی کے ذرائع دعویٰ کرتے ہیں کہ 2001ء کی پیٹرولیم پالیسی کے مطابق، نکالے گئے تیل کے ایک یونٹ کی خالص قیمت گیس کی اتنی ہی مقدار کے مقابلے میں تقریباً چھ گنا زائد ہوتی ہے (شکل خ س **3.1.2**)۔ نیز، تیل کی فراہم کردہ قیمتیں بین الاقوامی نرخوں سے براہ راست منسلک ہونے کی بنا پر زیادہ شفاف ہوتی ہیں (جبکہ گیس میں ایسا نہیں ہوتا)، جبکہ قدرتی گیس کی تلاش کی لاگت میں وہ اخراجات بھی شامل ہوتے ہیں جو صارفین تک گیس پہنچانے کے لیے اٹھائے جاتے ہیں جبکہ تیل میں ایسا نہیں ہوتا۔ درحقیقت تلاش اور پیداوار کی کمپنیاں تیل میں زیادہ دلچسپی رکھتی ہیں۔

خ س 3.1.2: پاکستان کے تلاش و پیداوار کے شعبے میں قیمتوں کا موازنہ

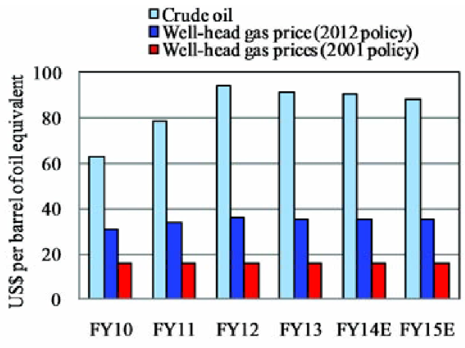

Source: Topline Securities

گیس کے کنویں پر مسابقتی قیمت کا اعلان تلاش اور پیداوار کے شعبے کے لیے بہت اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ مطلوبہ سرمایہ کاری تجارتی لحاظ سے قابل نمو ہونی چاہیے تب ہی گیس تلاش کا کام شروع کیا جا سکے گا۔ سادہ اقتصادیات کے مطابق کسی شے کی بلند قیمت اس کی رسد کو بڑھا دے گی، یا رسد کا خط اوپر کی طرف اٹھے گا۔ پاکستان کے معاملے میں کنویں پر گیس کی کم قیمت اس کی رسد کو سکیڑ رہی ہے جبکہ صارف سے کم رقم وصول کیے جانے سے طلب بڑھ رہی ہے۔

گذشتہ ایک عشرے کے دوران آنے والی پیٹرولیم پالیسیوں میں گیس کی تلاش کے حوالے سے تعاملی (reactive) اور جزوی سوچ کارفرما رہی ہے۔ تازہ ترین 2012ء پالیسی میں کنویں پر گیس کی قیمتوں کو دگنا کر دیا گیا تاہم یہ قیمتیں اب بھی نمایاں طور پر کم ہیں جبکہ پاکستان میں گیس درآمد کرنے کے اخراجات ان سے زیادہ ہیں۔ اس پالیسی میں، ردّ و بدل

24 یہ خصوصی سیکشن ڈاکٹر مشتاق خان نے تحریر کیا ہے۔

25 یہ دھیان میں رکھنا چاہیے کہ تیل اور گیس کے شعبے میں آج کی سرمایہ کاری اگلے دو سے تین سال میں پیداوار متعین کرے گی۔

(switching) کا امکان رکھا گیا ہے، جس کا مطلب ہے کہ 2012ء کی پالیسی کے نفاذ کی تاریخ یعنی 30 اگست 2012ء کے بعد گیس تلاش کرنے کی جو کوششیں کی جائیں گی انہیں 2012ء کی پالیسی میں بیان کردہ نرخ حاصل ہوسکیں گے۔ تلاش اور پیداوار کے ماہرین کی رائے ہے کہ پے در پے آنے والی پیٹرولیم پالیسیوں سے تلاش اور پیداوار کے بعض اداروں کو ترغیب ملی ہے کہ وہ تجارتی پیداوار کو اس امید پر روک کر رکھیں کہ انہیں آئندہ پالیسیوں میں کنویں پر مقرر بلند نرخ مل جائیں گے۔

ہماری رائے ہے کہ کنویں پر گیس کے نرخوں میں ان چھوٹی چھوٹی تبدیلیوں اور اس قیمت بندی پر حقیقی عمل درآمد کی بنا پر حکومت طلب اور رسد کا بڑھتا ہوا فرق کم نہیں کرسکی ہے۔ جرات مندانہ اور فیصلہ کن پالیسی درکار ہے جس کی موجودگی میں تلاش اور پیداوار کے اداروں (ملکی اور غیر ملکی دونوں) کو یقین آجائے کہ پالیسیوں میں مزید رد و بدل نہیں ہوگا چنانچہ وہ زیادہ مؤثر طریقے سے کام شروع کرسکیں۔

جیسا کہ اسی باب میں ہم یہ بحث کرچکے ہیں کہ قدرتی گیس کی قیمت بندی میں توانائی کے اجزائے ترکیبی کو ملحوظ نہیں رکھا گیا ہے۔ سادہ مفروضے کے طور پر قدرتی گیس کی قیمت ایل این جی سے منسلک نہیں ہونی چاہیے کیونکہ ایل این جی قدرتی گیس کی محض پراسیس شدہ شکل ہے تاہم ان کی قیمتوں میں فرق نمایاں ہے۔ ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ پاکستان میں گیس کی ترسیل و تقسیم کے نیٹ ورک کے لیے زیر استعمال ماڈل (یعنی سوئی سدرن گیس اور سوئی ناردرن گیس) قدرتی گیس کی مناسب اقتصادی قیمت بندی کے لیے کوئی کشش نہیں رکھتا۔

اگر گیس کے کنوؤں پر قیمتوں کو مناسب طریقے سے تشکیل دے لیا جائے، اور یہ کمپنیاں خالص تجارتی بنیاد پر چلائی جائیں تو صارفین کے لیے گیس کی قیمت بندی زیادہ کارگر ہوگی۔ اس کے نتیجے میں درج ذیل مضمرات ہوں گے:

1۔ گیس کے موجودہ کنویں جو تجارتی طور پر چلائے نہیں جارہے ہیں وہ خود بخود نفع میں آجائیں گے، جس سے پاکستان کی گیس پیداوار میں نمایاں اضافہ ہوسکے گا۔
2۔ کنویں پر گیس کی مسابقتی قیمتوں سے نئی تلاش کی بھی حوصلہ افزائی ہوگی جس سے گیس کے مجموعی ذخائر بڑھ سکتے ہیں، اور
3۔ اگرچہ گیس کی پیداواری لاگت خود بخود بڑھ جائے گی، ہم سمجھتے ہیں کہ سوچ بچار کے بعد گیس کی قیمت بندی سے گیس کے کارگر استعمال کی حوصلہ افزائی ہوگی۔

ہمیں تسلیم، کہ گیس کے کنوؤں پر قیمت کے حوالے سے کسی فیصلہ کن اقدام پر صارفین بے چینی محسوس کریں گے، تاہم یہ بات انہیں صاف صاف آگاہ کرنے کی ضرورت ہے کہ پاکستان میں قدرتی گیس کی بے حد کم قیمت رکھی گئی ہے۔ نیز، گرانی کا یکبارگی اثر جب ایک سال بعد ماند پڑ جائے گا تو زیادہ گیس دستیاب ہوگی اور اس کے ساتھ ساتھ گیس کا استعمال بھی زیادہ کارگر ہوگا (یعنی اسے بجلی بنانے کے لیے اور صنعتوں کے لیے ترجیحاً فراہم کیا جائے گا نہ کہ گھریلو شعبے اور سی این جی اسٹیشنوں کو) اس وقت پاکستان توانائی کے لحاظ سے زیادہ پائیدار بنیاد پر کھڑا ہوا ہوگا۔